انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات: مثبت اور منفی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

(Effects of English on Spoken Urdu : An Analytical Study)

مقالہ برائے ایم فل (اردو)

مقالہ نگار

محمد عدنان نصیر

شعبہ اُردو زبان و ادب، فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگست 2024

انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات: مثبت اور منفی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

(Effects of English on Spoken Urdu : An Analytical Study)

مقالہ نگار

محمد عدنان نصیر

یہ مقالہ

ایم فل (اردو)

کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا۔

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان و ادب)

شعبہ اُردو زبان و ادب، فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگست 2024

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے درج ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات: مثبت اور منفی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ

پیش کار: محمد عدنان نصیر رجسٹریشن نمبر: 637-MP/URD/F22

ماسٹر آف فلاسفی

(اردو زبان و ادب)

ڈاکٹر عابد حسین سیال ____________________

نگرانِ مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ____________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

تاریخ:____________________

اقرار نامہ

مَیں، محمد عدنان نصیر حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور میں نے یہ کام نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے ایم فل اردو سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر عابد حسین سیال کی زیرِ نگرانی کیا ہے۔ میں نے یہ تحقیقی کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا اور نہ آئندہ کروں گا۔

محمد عدنان نصیر

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

2024

فہرست ابواب

عنوان	صفحہ نمبر
مقالے کے دفاع کی منظوری کا فارم	II
اقرار نامہ	III
فہرستِ ابواب	IV
Abstract	VII
اظہارِ تشکر	VIII
باب اول: تعارف اور بنیادی مباحث	
الف۔ تمہید	01
1۔ موضوع کا تعارف	01
2۔ بیان مسئلہ	02
3۔ مقاصدِ تحقیق	02
4۔ تحقیقی سوالات	02
5۔ نظری دائرہ کار	03
6۔ تحقیقی طریقہ کار	04
7۔ موضوع پر ما قبل تحقیق	05
8۔ تحدید	05

9۔ پس منظری مطالعہ 06

10۔ تحقیق کی اہمیت 07

ب۔ انگریزی بطورِ عالمی زبان 07

ج۔ انگریزی کے عالمی زبانوں پر اثرات 10

د۔ اردو میں دخیل الفاظ کی روایت: اجمالی جائزہ 12

ہ۔ اردو پر انگریزی کے اثرات: مختصر پس منظر 16

حوالہ جات 20

باب دوم: انگریزی کے اردو بول چال پر مثبت اثرات 22

الف۔ ذخیرہ الفاظ میں اضافہ 24

ب۔ اظہار میں ندرت اور سہولت 27

ج۔ عالمی زبان انگریزی سیکھنے میں سہولت 29

د۔ جدید علوم سے مطابقت 31

ہ۔ ثقافتوں کا تبادلہ اور عالمی تعلقات میں بہتری 33

حوالہ جات 37

باب سوم: انگریزی کے اردو بول چال پر منفی اثرات 42

الف۔ زبان کی شناخت کے مسائل 45

ب۔ ثقافت پر منفی اثرات 49

ج۔ انگریزی کے اردو پر غلبے سے علاقائی زبانوں کو خطرہ 53

د۔ اپنے علمی اور ادبی ورثے سے محرومی 55

حوالہ جات 59

باب چہارم: انگریزی کے اردو پر منفی اثرات کے سدِباب کے ممکنہ اقدامات 62

الف۔ فروغِ اردو کے لیے حکومتی سرپرستی 64

ب۔ اردو کا علاقائی زبانوں سے تعلق 67

ج۔ فروغِ زبان کے اداروں کی کارکردگی 70

د۔ معاشی و سائنسی ترقی 73

ہ۔ میڈیا کے ذریعے زبان کی تشہیر 75

حوالہ جات 79

ماحصل 81

نتائج 88

سفارشات 89

کتابیات 90

ABSTRACT

Effects of English on Spoken Urdu: An Analytical Study

English, as a global language, not only facilitates global communication but also serves as a storehouse of the latest knowledge. It is the language through which scientific and economic developments are shared worldwide. The increasing influence of English on the world's languages, especially those of developing nations, is driven by globalization, financial dominance, and technological advancements such as the internet and social media. Some linguists suggest that such influences contribute to the extinction of numerous languages. Even Urdu, our national language known for its adaptability to external influences, is experiencing the impact of English. Meanwhile, the historical influence of the English language on Urdu can be traced back to the British colonial era in India present-day impact is even more pronounced. This research paper aims to examine the effects of the English language on Urdu discourse, presenting an analysis of both the positive and negative impacts, and proposing solutions to mitigate the adverse effects by understanding their underlying nature.

اظہارِ تشکر

شکریہ اس لمحے کا جس میں مَیں نے اپنے شوق اور پیشے کو ایک کرنے کا فیصلہ کیا یعنی پڑھنے اور پڑھانے کا فیصلہ؛ فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر ایف ایس سی پاس عدنان نصیر بہاولپور سے کہوٹہ کی گاڑی میں یہ کہتے ہوئے بیٹھا کہ کم سے کم اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر کا اضافہ کرنا ہے شکریہ اس جذبے کا جو کبھی ماند نہیں پڑا اور مجھے ڈاکٹر سے ایک قدم کی دوری پہ لا کھڑا کیا۔ کہوٹہ کے شعری حلقے کا شکریہ جس نے میرے ذوق کی آبیاری کی یعنی شکریہ جاوید احمد کا جن کے نام کے آگے مرحوم لکھتے ہوئے انگلیاں ٹوٹ رہی ہیں شکریہ پروفیسر حبیب گوہر کا جن کا شکریہ کبھی ادا نہیں ہو سکتا۔ حسن ظہیر راجا کا شکریہ جن کی راہنمائی سے میں یونیورسٹی تک پہنچا۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد (نمل) کا شکریہ جس نے میرے خواب کی تکمیل میں میری مدد کی۔ صدرِ شعبہ اردو، شعبہ اردو کے تمام اساتذہ اور دیگر عملے کا دلی شکریہ رابطہ کار شعبۂ اردو مادام صائمہ نذیر کا خصوصی شکریہ جن سے میں وقت بے وقت معلومات لیتا رہا اور وہ خوشدلی سے مدد فراہم کرتی رہیں۔ نگرانِ مقالہ میرے رہبر ڈاکٹر عابد حسین سیال کا بے حد شکریہ جنھوں نے قدم قدم پہ میری رہنمائی کی۔ پیارے دوست حسیب علی کی پہلی ترجیح میرے مقالے کی ٹائپنگ اور کمپوزنگ رہی ان کا خاص شکریہ۔

تمام دوستوں اور گھر والوں کا شکریہ جو مجھے کسی نہ کسی درجے کی سہولت دیتے رہے۔ جس کالج میں مَیں پڑھاتا ہوں اس کے سابق پرنسپل پروفیسر چنگیز حسین کے شکریے کے بغیر یہ باب مکمل نہیں ہو سکتا جنھوں نے مجھے کالج کے دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ وقت میں رعایت دی تاکہ میں روزانہ کہوٹہ سے اسلام آباد وقت پر پہنچ کر ایم فل کی کلاسیں لے سکوں۔ سر چنگیز حسین اور کُل کالج انتظامیہ کا دلی شکریہ۔

محمد عدنان نصیر

باب اول

تعارف اور بنیادی مباحث

الف: تمہید

i۔ موضوع کا تعارف

ہماری قومی زبان اردو میں دوسری زبانوں کے اثرات قبول کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ انگریزی چونکہ عالمی زبان ہے اور اس میں اس وقت سب سے زیادہ علم موجود ہے۔ سائنسی اور معاشی ترقی اور بین الاقوامی علوم کی ترسیل انگریزی زبان میں ہو رہی ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی ایجاد سے انگریزی کا اثر و رسوخ پوری دنیا کی زبانوں پر بڑھتا جا رہا ہے، بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں پر انگریزی زیادہ اثر انداز ہو رہی ہے۔ یوں تو انگریزوں کی ہندوستان آمد ہی سے انگریزی کے اردو زبان پر اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے لیکن دورِ حاضر میں انگریزی پہلے سے کئی گنا زیادہ تیزی سے اردو زبان پر اپنے مثبت اور منفی اثرات مرتب کر رہی ہے۔

بنیادی طور پر زبان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: تحریر کی زبان اور تقریر کی زبان۔ تحریر لکھی ہوئی زبان ہے جس کی متعدد اقسام ہیں جبکہ تقریر بول چال کی زبان ہے جسے غیر رسمی، نیم رسمی اور رسمی بول چال میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ غیر رسمی بول چال میں عام گفتگو شامل ہوتی ہے جیسے خرید و فروخت کے معاملات یا دوستوں عزیزوں کے درمیان گفتگو، نیم رسمی بول چال میں کچھ موضوعاتی گفت گو کے ساتھ ساتھ بے تکلف گفتگو سے بھی کام لیا جاتا ہے جیسے ٹی وی ٹاک شوز اور انٹرویوز وغیرہ جبکہ رسمی بول چال میں وی لاگز، خطاب، تقریریں اور عدالتی و دیگر ادارہ جاتی کارروائیاں شامل ہیں۔ انگریزی نے اردو تحریر کی اصناف پر بھی اپنے اثرات مرتب کیے ہیں اور اردو بول چال کی تینوں صورتوں یعنی رسمی بول چال، نیم رسمی بول چال اور غیر رسمی بول چال پر بھی اپنے اثرات قائم کیے ہیں۔ انگریزی کے یہ اثرات تحریر سے زیادہ تقریر پر نظر آتے ہیں۔ تقریر میں رسمی بول چال کی زبان نیم رسمی اور غیر رسمی بول چال سے زیادہ احتیاط کا تقاضا کرتی ہے اس لیے محتاط بول چال میں بھی انگریزی الفاظ کا در آنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں صرف رسمی بول چال پر انگریزی زبان کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ii۔ بیان مسئلہ

عالمی زبان انگریزی دوسری تمام زبانوں پر بالعموم اور تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں پر بالخصوص اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ یہ اثرات مثبت اور منفی دونوں طرح کے ہیں۔ دنیا کے گلوبل ویلیج بننے، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے عام ہونے، سرمایہ دارانہ اداروں کی فراوانی اور سائنسی اور معاشی ترقی کے باعث عالمی زبان انگریزی کے اثرات دیگر زبانوں پر زیادہ تیزی سے پڑ رہے ہیں۔ ہماری قومی زبان اردو ان زبانوں میں سے ایک ہے جو بڑی تیزی سے بڑے پیمانے پر انگریزی کے اثرات قبول کر رہی ہے۔ ایک طرف تو یہ مثبت پہلو ہے کہ اردو فراخدلی سے دوسری زبانوں کے الفاظ قبول کر رہی ہے اور دوسری طرف یورپی ماہرینِ لسانیات کی تحقیق ہے کہ عالمی زبان چھوٹی زبانوں کو تباہ کر رہی ہے اور ان کی شکل بگاڑ کے انھیں معدوم کر رہی ہے۔ زیرِ نظر عنوان کے تحت انگریزی کے اردو بول چال پر پڑنے والے اثرات کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ انگریزی نے اردو بول چال پر کس نوعیت کے اثرات مرتب کیے ہیں کیا وہ اثرات سود مند ہیں یا نقصان دہ اگر نقصان دہ ہیں تو کس حد تک نقصان دہ ہیں؟

iii۔ مقاصدِ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق کے درج ذیل مقاصد ہیں:

الف۔ عالمی زبان انگریزی کے زیرِ اثر اردو زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کی نشاندہی کرنا۔

ب۔ انگریزی کے اردو پر پڑنے والے مثبت اور منفی اثرات کی نشاندہی کرنا۔

ج۔ انگریزی کے منفی اثرات کے سدِباب کے لیے ممکنہ تجاویز پیش کرنا۔

iv۔ تحقیقی سوالات

الف۔ اردو بول چال پر انگریزی کے مثبت اثرات کی صورتیں کیا ہیں؟

ب۔ اردو بول چال پر انگریزی کے منفی اثرات کی صورتیں کیا ہیں؟

ج۔ انگریزی کے اردو پر منفی اثرات کے سدباب کی ممکنہ صورتیں کیا ہیں؟

v۔ نظری دائرہ کار

زیرِ نظر تحقیق کو مجموعی طور پر سکتناب کنگس (Skutnabb Kangas) اور رابرٹ فلپسن (Robert Phillipson) کی تھیوری کے تناظر میں دیکھا گیا ہے جو زبانوں کے قتلِ عام سے متعلق ہے۔ یہ تھیوری ان کی مشترکہ کتاب "Linguicide and Linguicism" میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے جس میں زبانوں کے قتلِ عام کے اسباب، طریقہ کار اور تاریخی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ خاص کر ان محرکات کی نشاندہی کی گئی جو کسی زبان کی معدومیت کا باعث بنتے ہیں۔ وہ غالب زبان کو اقلیتی زبان کے لیے خطرے کا باعث سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک غالب زبانیں اقلیتی زبانوں کی قیمت پر پھیلتی ہیں۔

علاوہ ازیں مواد کا تجزیہ سماجی لسانیات میں کوڈمکسنگ کے اصولوں کے تناظر میں کیا گیا ہے جس میں کوڈمکسنگ کی مختلف صورتیں زیرِ بحث آئی ہیں۔ اس سلسلے میں ماہر لسانیات سوزین رومینی (Suzanne Romaine) کی کتاب "Language in Society: An Introduction to Sociolinguistics" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کوڈ سوئچنگ والے باب کو مرکزیت حاصل ہے جس میں انھوں نے کوڈ سوئچنگ کے کچھ اصول بیان کیے ہیں۔ سب سے اہم نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوڈ سوئچنگ جملے میں اس محل پر کی جائے جہاں زبان کا نحوی ڈھانچہ متاثر نہ ہو یعنی زبان کے نحوی قواعد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کوڈ سوئچنگ کی جانی چاہیے۔

عالمی زبان انگریزی کے اردو بول چال پر مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے پروفیسر پیٹر ماسٹر (Peter master) کے تحقیقی مضمون "Positive and Negative Aspects of the Dominance of English" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جس میں انھوں نے عالمی زبان کی اجارہ داری کو واضح کیا ہے۔ عالمی زبان کے دوسری زبانوں پر پڑنے والے اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ یہ اثرات کچھ مثبت ہیں اور کچھ منفی ہیں۔ انھوں نے مختلف علمی موضوعات کا جائزہ بھی لیا جس پر انگریزی کے اثرات ہیں۔ ان علوم میں سائنس اور طب کو خصوصاً زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ پیٹر ماسٹر نے اپنے تحقیقی مضمون میں ہماری اس تحقیق کے مرکزی تھیوری نگار فلپسن کے افکار سے بھی خاصا استفادہ کیا ہے۔

vi۔ تحقیقی طریقہ کار

زیرِ نظر موضوع کی تحدید کے لیے اردو بول چال کی تینوں صورتوں رسمی، نیم رسمی اور غیر رسمی بول چال پر غور کیا گیا۔ رسمی بول چال نیم رسمی اور غیر رسمی بول چال سے زیادہ محتاط اور معیاری ہے۔ معیاری بول چال میں انگریزی کے اثرات کا مرتب ہونا زیادہ اہم ہے لہذا رسمی بول چال کا انتخاب کیا گیا ہے۔ رسمی بول چال میں درس، تقاریر اور وی لاگز وغیرہ شامل ہیں۔ رسمی بول چال کی صورتوں میں سے وی لاگز کا انتخاب کیا گیا ہے کیونکہ وی لاگز کا چلن عام ہے۔ عوام تک ان کی رسائی زیادہ ہے اور ان کی عکس بندی بھی زیادہ محتاط طریقے سے کی جاتی ہے۔

زیرِ نظر تحقیق کے لیے صحافت، ادب، تاریخ، مذہب، کھیل اور سائنس سے متعلقہ موضوعات پر مشتمل وی لاگز کا انتخاب کیا گیا ہے۔ منتخب کردہ موضوعات کے علاوہ موسیقی، فیشن اور سیاحت وغیرہ جیسے متعدد موضوعات پر بھی وی لاگز موجود ہیں لیکن مقالے کی ضرورت کے تحت موضوعات کو محدود کیا گیا اور صرف ان موضوعات کا انتخاب کیا گیا جن سے زیادہ تر عوام کا براہِ راست تعلق ہو۔ منتخب کردہ موضوعات پر وی لاگز بنانے والے دو دو اشخاص کا انتخاب کیا گیا ہے۔ صحافت میں جاوید چودھری اور منصور علی خان، ادب میں پروفیسر ممتاز علی اور ڈاکٹر مسعود راجا، تاریخ میں ڈاکٹر اشتیاق احمد اور فیصل وڑائچ، مذہب میں مفتی طارق مسعود اور انجنیئر محمد علی مرزا، کھیل میں رمیز راجا اور شعیب اختر اور سائنس میں ڈاکٹر سلیمان حمید اور عدیل امتیاز کو تحدید میں شامل کیا گیا ہے۔ چینل دیکھنے والوں کی زیادہ تعداد، وی لاگز کی زیادہ تعداد، عوام میں زیادہ مقبولیت اور گفتگو میں انگریزی الفاظ کے زیادہ استعمال کے باعث درج بالا اشخاص کا انتخاب کیا گیا ہے۔

منتخب کردہ چھ موضوعات پر بارہ لوگوں کے دس دس وی لاگز (کل ایک سو بیس وی لاگز) سنے گئے اور ان میں سے وہ مواد جمع کیا گیا جس پر انگریزی کے اثرات نمایاں تھے۔ رسمی اردو بول چال سے جمع کردہ انگریزی مواد کو مختلف زمروں میں تقسیم کیا گیا۔ جیسا کہ الفاظ، جملے، محاورے، جذباتی تاثرات (اموٹیو ایکسپریشنز) اور ٹیگز۔ کوڈ مکسنگ کے اصولوں کے تناظر میں مواد کا تجزیہ کیا گیا۔ مثبت اور منفی اثرات کی نشاندہی کی گئی اور نتائج کی بیانیہ پیش کش کی گئی۔

vii۔ موضوع پر ماقبل تحقیق

موضوعِ تحقیق کے تحت انگریزی زبان کے رسمی اردو بول چال پر اثرات کا مطالعہ کیا گیا ہے جس کے لیے مواد مختلف شعبہ ہائے زندگی پر کیے جانے والے وی لاگز سے لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے تحریری متون پر اس نوعیت کا کچھ کام ہو چکا

ہے۔ اس موضوع پر ایک کتاب "اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات" موجود ہے۔ یہ کتاب پہلی بار حیدر آباد دکن سے 1955 میں شائع ہوئی۔ یہ دراصل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ہے۔ اس کتاب کے ایک حصے میں تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے جس میں انگریزوں کے ہندوستان آنے اور یہاں حکومت قائم کرنے تک کے احوال کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں ان انگریزی الفاظ کو جمع کیا گیا ہے جن کا ماخذ انگریزی زبان اور ادب ہے اور وہ اردو میں مستعمل ہیں۔ اس کتاب میں انگریزی زبان کے اردو بول چال پر اثرات کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا الگ الگ جائزہ لے کر کوئی نتیجہ نہیں نکالا گیا اور نہ ہی عالمی زبان سے دوسری زبانوں کو لاحق خطرات کو واضح کیا گیا ہے نیز اس کتاب کو شائع ہوئے اڑسٹھ برس بیت گئے ہیں ان برسوں میں دنیا کئی تغیرات سے گزری ہے۔ آج دنیا گلوبل ویلیج ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ اس دور میں جس تیزی سے عالمی زبان دیگر زبانوں پہ اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے اس کی مثال اس سے پہلے کہیں اور نہیں ملتی لہذا آج کی اردو بول چال پر انگریزی زبان کے اثرات کا جائزہ لینے کی بہت کچھ گنجائش باقی ہے۔ اس کے علاوہ انڈونیشا سے ملینا گرسنگ (Mei lyna Girsang) کا ایک تحقیقی مضمون موجود ہے جس کا عنوان ہے: "An analysis of code switching and code mixing as found in television advertisement" انڈونیشا ہی سے انگریزی کی پروفیسر شولیہتل حمیدہ دولے (Sholihatul Hamidah Daulay) کا ایک تحقیقی مضمون موجود ہے جس کا عنوان ہے "Types of Code Mixing on The Facebook Status" اس تحقیقی کام کا براہ راست تعلق زیرِ نظر تحقیق سے ہے لیکن یہ کام تحریری متن پر ہوا ہے اور انگریزی زبان میں ہوا ہے جبکہ زیرِ نظر تحقیق تحریری متن کی بجائے رسمی اردو بول چال پر ہے جس میں انگریزی کے اردو پر پڑنے والے اثرات کا تعین کر کے منفی اثرات کے سدباب کی ممکنہ تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

viii۔ تحدید

بول چال کی تین صورتیں ہیں رسمی بول چال، نیم رسمی بول چال اور غیر رسمی بول چال۔ زیرِ نظر تحقیق کے لیے رسمی بول چال کا انتخاب کیا گیا ہے۔ رسمی بول چال میں صحافت، ادب، سائنس، تاریخ، کھیل اور مذہب سے متعلق دو دو لوگوں کے وی لاگز کو منتخب کیا گیا ہے جو یوٹیوب پر موجود ہیں۔ صحافت میں جاوید چوہدری اور منصور علی خان، ادب میں پروفیسر ممتاز علی اور ڈاکٹر مسعود راجا، سائنس میں ڈاکٹر سلیمان حمید اور عدیل امتیاز، تاریخ میں ڈاکٹر اشتیاق احمد اور فیصل وڑائچ، کھیل میں رمیز راجا اور شعیب اختر جبکہ مذہب میں مفتی طارق مسعود اور محمد علی مرزا کے دس دس وی لاگز بنیادی مآخذ

کے طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ چھے موضوعات پر بارہ لوگوں کے دس دس وی لاگز کا انتخاب کیا گیا ہے یوں کُل ایک سو بیس وی لاگز بنتے ہیں۔

ix۔ پس منظری مطالعہ

موضوع تحقیق کے لیے جن کتب، رسائل اور مضامین و مقالات کا مطالعہ کیا گیا ہے وہ سماجی لسانیات اور عالمی زبان انگریزی کی وسعتوں اور اس سے دوسری زبانوں کو لاحق خطرات سے متعلق ہیں۔ محمد بن عمر کی کتاب "اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات" براہ راست موضوع سے تعلق رکھتی ہے جس میں انگریزوں کے ہندوستان آنے اور یہاں حکومت قائم کرنے تک کے احوال کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں ان انگریزی الفاظ کو جمع کیا گیا ہے جن کا ماخذ انگریزی زبان اور ادب ہے اور وہ اردو میں مستعمل ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار 1955 میں شائع ہوئی۔ سماجی لسانیات سے متعلق پروفیسر عبدالستار دلوی کی کتاب "اردو زبان اور سماجی سیاق" جو پہلی بار 1992 میں شائع ہوئی، رچرڈ ہڈسن (Richard Hudson) کی کتاب "Sociolinguistics" جو 1996 میں کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی، سکتناب کنگس اور رابرٹ فلپسن کی کتاب "linguicide and linguicism" جو 1996 میں ڈی گرائٹر پبلشرز برلن اینڈ نیویارک سے شائع ہوئی، سوزین رومینی کی کتاب "Language in society, An introduction to sociolinguistics" جو 2000 میں آکسفرڈ یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی، ڈیوڈ کرسٹل (David crystal) کی کتاب Language Death جو 2003 میں کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی، والٹ والفریم (Walt Wolfram) کی کتاب "Language death and dying" جو 2004 میں بلیک ویل پبلشنگ لمیٹڈ آکسفرڈ سے شائع ہوئی، ایلیلجن ایشلے (Alelign Aschale) کی کتاب "Key issues of sociolinguistics" جو ایڈس ابابا یونیورسٹی ایتھوپیا سے 2013 میں شائع ہوئی اور آکسفرڈ یونیورسٹی پریس سے 2022 میں شائع ہونے والی کتاب "لسانیات ایک جامع تعارف" کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کے کوڈ مکسنگ والے حصے موضوعِ تحقیق سے گہرا تعلق رکھتے ہیں نیز عالمی زبان کے دیگر زبانوں پر مرتب ہونے والے اثرات اور اسباب کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مضامین کا مطالعہ کیا گیا ہے جو موضوع تحقیق کے لیے نہایت سود مند ثابت ہوئے۔

x۔ تحقیق کی اہمیت

مغربی ماہرینِ لسانیات کی تحقیق کے مطابق عالمی زبان انگریزی بیسیوں چھوٹی زبانوں کو معدومیت کے قریب لا چکی ہے اور سینکڑوں زبانوں کے درپے ہے۔ انگریزی زبان کی وسعتیں چھوٹی زبانوں کے لیے خوف ناک حد تک خطرناک ہیں۔ انگریزی دنیا کی تمام زبانوں پر کسی نہ کسی درجے پر اثرانداز ہو رہی ہے لیکن تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں کو انگریزی سے زیادہ خطرات لاحق ہیں۔ انگریزی چونکہ عالمی زبان ہے اور اس وقت اس میں سب سے زیادہ علم ہے اور دوسری زبانوں پر اپنا اثر قائم کرنے کی صلاحیت بھی اس میں موجود ہے۔ اس لیے انگریزی دیگر زبانوں پر منفی کے ساتھ ساتھ کئی طرح کے مثبت اثرات بھی قائم کر رہی ہے۔ زیرِ نظر تحقیق اردو زبان کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے جس میں اردو زبان پر انگریزی زبان کے مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔ انگریزی سے اردو کو پہنچنے والا فائدہ معلوم ہو گا اور انگریزی نے اردو کو جو نقصانات پہنچائے ہیں ان کی نوعیت معلوم ہو سکے گی اور منفی اثرات کے سدباب کے لیے ممکنہ تجاویز بھی پیش کی جائیں گی۔ زیرِ نظر تحقیق سے اردو دان طبقہ انگریزی زبان سے اردو زبان کو لاحق خطرات سے آگاہ ہو گا جس سے بقائے اردو اور ترویجِ اردو کے مباحث زیادہ اہمیت حاصل کریں گے نیز اردو کی دوسری زبانوں کے اثرات قبول کرنے کی صلاحیتیں بھی آشکار ہوں گی۔

ب: انگریزی بطور عالمی زبان

حکومتی طبقے کی جو زبان ہوتی ہے اس کے پھلنے پھولنے کے امکانات زیادہ وسیع ہوتے ہیں۔ جو سلطنت جتنی مضبوط اور وسیع ہو گی اس کی زبان میں بھی اس قدر زیادہ علم ہو گا اور اس کی زبان بھی اتنی ہی وسیع ہو گی۔ اگر سکندر یونانی آدھی دنیا پر حکومت کرتا ہے تو یونانی زبان علم و حکمت سے مالا مال ہوتی ہے عرب غالب آتے ہیں تو عربی کا بول بالا ہوتا ہے اور ایرانی فارسی میں کلام کریں تو ہند سندھ تک فارسی کا چرچا ہوتا ہے اسی طرح سلطنت برطانیہ کے پھیلاؤ اور عروج کے ساتھ انگریزی زبان کا سورج بھی آب و تاب سے چمکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومتی طبقے کی زبان میں معلومات زیادہ ہوتی ہے علم زیادہ ہوتا ہے، ادب تخلیق ہوتا ہے، اس زبان کی ترویج بڑے پیمانے پر ممکن ہوتی ہے، سماجی اور سائنسی علوم کا اظہار اس زبان میں ہونے لگتا ہے۔ سب سے بڑھ کر روزگار اس زبان سے وابستہ ہو جاتا ہے جس سے حکمران طبقے کی زبان زیادہ تیزی سے ترقی

کرتی ہے۔ انگریزی کے غلبے کا پہلا عہد سلطنت برطانیہ کا عروج تھا جس میں برطانیہ نے بڑے پیمانے پر دنیا میں نو آبادیاں قائم کر رکھی تھیں جس سے براہ راست دوسرے خطوں پہ حکومت تھی برطانوی فاتح تھے اور باقی دنیا مفتوح تھی اس زمانے میں انگریزی کا فروغ بڑے پیمانے پر ہوا۔ انگریزی کے عروج کا دوسرا دور آج کا دور ہے جسے عالم گیریت کا دور کہتے ہیں اس کا پیمانہ نو آبادیاتی دور سے زیادہ وسیع ہے اب صرف برطانیہ انگریزی کی پشت پر نہیں رہا بلکہ امریکہ اور کئی دوسری یورپی طاقتیں انگریزی زبان کی پشت پناہی میں کھڑی ہیں ناصر عباس نیر کے بقول:

> گلوبلائزیشن کی وجہ سے انگریزی کے نو آبادیاتی کردار میں ایک نئی جہت پیدا ہوئی ہے۔ اب یہ سیاسی وانتظامی اقتدار کے علاوہ معاشی اقتدار اور صارفیت کی زبان بھی ہے۔ اب اس کے مفادات کی نگرانی راج برطانیہ نہیں، امریکا اور اس کی بڑی بڑی کثیر القومی کمپنیاں کرتی ہیں، جن کا سرمایہ تیسری دنیا کے بعض ملکوں کی مجموعی قومی پیداوار سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں اب انگریزی کی پشت پر انگریزی راج سے بڑی عالمی طاقتیں ہیں۔(1)

آج انگریزی عالمی رابطے کی زبان ہے جس میں سائنسی اور سماجی علوم ہیں جو تجارت اور ٹیکنالوجی کی زبان ہے۔ یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے آج جتنی ایجادات اور دریافتیں ہو رہی ہیں سب کی سب کا علم اور معلومات انگریزی زبان میں ہیں۔ یورپی ماہرِ لسانیات پیٹر ماسٹر کے بقول: "انگریزی آج دنیا میں واضح طور پر غالب ہے کیونکہ انگریزی سائنس ، ٹیکنالوجی اور کاروبار کی تسلیم شدہ زبان ہے ۔"(2)

انڈونیشیا کی جامعہ محمدیہ سے منسلک ماہر اطلاقی لسانیات ڈاکٹر ان دنگ فوزیاتی (Endag Fauziati) بیسویں صدی کو انگریزی کے پھیلاؤ کی صدی قرار دیتی ہیں اور اسے مقبول لنگوا فرینکا سمجھتی ہیں:

> بیسویں صدی نے انگریزی کے غیر معمولی پھیلاؤ کا مشاہدہ کیا ہے ۔ جدید انگریزی جو کبھی چودھویں صدی میں انگلینڈ کے باشندوں کی مادری زبان تھی ، اب دنیا بھر میں سب سے زیادہ مقبول زبان بن گئی ہے ۔(3)

انگریزی زبان کے پھیلاؤ کہ کئی اسباب ہیں، کئی وجوہات ہیں انگریزی کے عالمی رابطے کی زبان (لنگوا فرینکا) بننے کی لیکن اس کا تعلیمی نظام اور اس کا نصاب اس زبان کے فروغ کی بڑی وجہ ہے۔ ماہر لسانیات سکتناب کنگس اور رابرٹ فلپسن

کے بقول نو آبادیاتی نظام میں سلطنت برطانیہ نے اپنی نو آبادیوں میں انگریزی تعلیمی نظام نافذ کیا جو وہاں کے لوگوں کی ضرورت بن گیا۔

> برطانوی سلطنت میں ماہر لسانیات کی پالیسیاں یکساں طور پر انگریزی کی حمایت کرتی تھیں ۔ انیسویں صدی کے وسط میں انگریزی زبان کے گرائمر کے علم کو کالونیوں کی متنوع آبادی کا سب سے اہم عنصر سمجھا جاتا تھا ۔ اگرچہ برطانوی سلطنت میں تعلیم کے ابتدائی مراحل میں فرانسیسی کے مقابلے میں مقامی زبانوں کا زیادہ استعمال کیا جاتا تھا لیکن مقامی زبانوں کی حیثیت کم تھی اور ابتدائی سالوں کے بعد انگریزی کے خصوصی ذریعے سے تعلیم معمول کی بات تھی۔ نوآبادیاتی معاشرے میں انگریزی کامیابی کی کلید تھی۔(4)

چاہے نو آبادیاتی نظام میں انگریزی زبان کے تعلیمی نظام کو رائج کر کے اور اس سے روزگار کو منسلک کر کے انگریزی زبان کو فروغ دیا گیا ہو یا آج عالم گیریت کے عہد میں معاشی منڈیوں پر قبضہ کر کے سائنسی و سماجی علوم اور ٹیکنالوجی کی ایجادات و دریافتوں سے انگریزی زبان کو مستحکم کیا گیا ہو یہ حقیقت ہے کہ آج انگریزی عالمی رابطے کی زبان ہے۔ آج انگریزی زبان میں سب سے زیادہ علم موجود ہے، آج تجارت کے لیے انگریزی زبان کا آنا ضروری ہے اور آج معاشی و اقتصادی ترقی کے لیے انگریزی سے رجوع کرنا ناگزیر ہے۔

ج: انگریزی کے عالمی زبانوں پر اثرات

انگریزی کا عروج انگریز نو آبادیاتی نظام سے شروع ہوتا ہے اگرچہ انگریزی اس سے پہلے بھی علم وادب کے ذخائر سے مالامال تھی لیکن نو آبادیاتی نظام قائم ہونے تک اس میں سماجی اور سائنسی علوم بھی خوب در آئے تھے انگریزوں نے اپنی نو آبادیوں میں انگریزی زبان کو تعلیم کا ذریعہ بنایا تو علاقائی زبانوں کو خطرات لاحق ہونے لگے۔ علم اور روزگار کا حصول انگریزی زبان سے وابستہ ہونے لگا تو انگریزی کی اہمیت بڑھتی گئی اور مقامی زبانوں کی ضرورت محدود ہوتی گئی۔ چھوٹی زبانوں نے انگریزی کے اثرات قبول کرنا شروع کیے کہیں تو چھوٹی زبانیں بالکل ہی اپنا وجود گنوا بیٹھیں تو کہیں دیگر زبانیں انگریزی کے تسلط میں آکر اپنے ذخیرہ الفاظ کو انگریزی الفاظ سے بدلنے لگیں۔ کہیں انگریزی کا تسلط دوسری زبانوں کے ذخیرہ الفاظ کو

بڑھتا گیا تو کہیں ان زبانوں کے متروکات میں اضافہ کرتا گیا۔ ناصر عباس نیر انگریزی کے عالمی زبانوں پر اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

انگریزی نے اپنی بعض نو آبادیوں میں قاتل زبان کا کردار ادا کیا ہے، خصوصاً شمالی امریکا اور آسٹریلیا میں یعنی ان ملکوں کی مقامی زبانوں پر موت کی خاموشی مسلط کر دی۔ برصغیر میں انگریزی کا کردار قاتل زبان کا نہیں رہا مگر لسانی استعماریت کا ضرور رہا ہے۔ لسانی استعماریت کا مطلب زبانوں کے درمیان غیر مساویانہ رشتے ہیں؛ ایک زبان کی طاقت و برتری دوسری زبانوں کی زبوں حالی کی قیمت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ یہاں انگریزی، علم و اقتدار کی زبان اور سماجی مرتبے کی علامت بنی ہے۔(5)

دوسری بڑی عالمی طاقتوں کو بھی انگریزی کی طرف راغب ہونا پڑا لیکن یہ رغبت عالم گیریت کے عہد میں زیادہ بڑی کیونکہ انگریزی عالمی رابطے کی اور تجارتی اور سائنسی علوم کی زبان بن کر ابھری یوں کہیے کہ نو آبادیاتی نظام میں انگریزی ثقافتی عظمت کے باعث غالب رہی اور عالم گیریت میں معاشی برتری کی بنیاد پر غالب ہے۔ جس سے تمام عالمی زبانیں کسی نہ کسی درجے پر متاثر ہو رہی ہیں ناصر عباس نیر کے بقول:

نو آبادیاتی عہد میں انگریزی کے ساتھ انگریز قوم کی ثقافتی عظمت کا تصور وابستہ تھا جس کا سب سے بڑا نمائندہ شیکسپیئر تھا لیکن گلوبلائزیشن میں ثقافت خود ایک کموڈیٹی ہے، قابلِ فروخت شے ہے۔ چناں چہ اب انگریزی علم کی معیشت کی نمائندہ ہے۔ جس کی وجہ سے اسے وہ قومیں بھی اختیار کر رہی ہیں جو لسانی قومی تشخص کے سلسلے میں انتہائی متعصب رہی ہیں یعنی جرمنی، اٹلی، چین، جاپان، کوریا وغیرہ۔ کسی حد تک فرانس جیسا ملک بھی انگریزی اختیار کرنے پر مجبور ہے جو اپنی قومی زبان کے سلسلے میں سخت متعصب ہے۔(6)

مغربی ماہر لسانیات پیٹر ماسٹر اپنے تحقیقی مضمون میں انگریزی زبان کے مختلف ممالک کی مختلف زبانوں پر غلبے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انگریزی لسانی سامراج کے نتائج دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں ۔ ہندوستان میں ، گاندھی نے احتجاج کیا کہ انگریزی سے تعلیم مر گئی کیونکہ انگریزی سیکھنے میں گزارے گئے وقت کی وجہ سے دوسرے مضامین میں معیارات میں کمی واقع ہوئی ۔ حال ہی میں کینیا میں دکھایا گیا کہ کس طرح انگریز ایک چھوٹے اشرافیہ اور غیر ملکی مفادات کے تسلط کو برقرار رکھتے ہیں جن کے ساتھ وہ وابستہ ہیں ۔

فرانس میں ، ہاٹ کونسل ڈی لا فرانکوفونی نے دیکھا کہ انگریزی کا دنیا بھر میں پھیلاؤ لسانی یکسانیت کا باعث بنتا ہے اور اس طرح ثقافتی اور تخلیقی اقدار کو خطرہ لاحق ہوتا ہے ۔ درحقیقت پورے یورپ میں انگریزی کو بہت سے لوگ یورپی برادری کی زبانوں اور ثقافتوں کے لیے خطرے کے طور پر دیکھتے ہیں جیسا کہ میکسیکو اور کیوبیک میں ہے ۔(7)

انگریزی زبان کے عالمی زبانوں پر اثرات کی واحد وجہ معاشی اور سائنسی ترقی نہیں ہے کہ معاش، سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم انگریزی سے وابستہ ہے اسی سے علم اور روزگار وابستہ ہے بلاشبہ یہ سب سے بڑی اور اہم وجوہات ہیں لیکن انگریزی زبان اپنے اندر جامعیت اور روانی رکھتی ہے۔ اس کا ذخیرہ اتنا زیادہ اور رواں ہے کہ بولنے والوں کو بے حد سہولت محسوس ہوتی ہے یہ بہت آسانی سے اور بہت تیزی سے سمجھ آنے والی اور سیکھی جانے والی زبان ہے۔ دنیا کی زیادہ تر زبانیں انگریزی کے الفاظ کو من و عن قبول کر لیتی ہیں کہیں کہیں لہجوں میں فرق آتا ہے تو وہاں الفاظ کی شکل ذرا بگڑ کر دوسری زبان کا حصہ بن جاتی ہے۔ انگریزی زبان دوسری زبانوں کی ضرورتیں پوری کرنے سے لے کر ان زبانوں کی شناخت متاثر کرنے تک اثرانداز ہوتی ہے کہیں تو وہ ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کر کے زبان کو توانا کرتی ہے تو کہیں کمزور زبانوں کی ساخت کو متاثر کرتی ہے اس کے متروکات میں اضافہ کرتی ہے اور کہیں کئی زبانوں کو معدومیت تک لے جاتی ہے۔ ماہرِ لسانیات ڈیوڈ کرسٹل اپنی کتاب لینگوئج ڈیتھ (language death) میں انگریزی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> مجموعی طور پر انگریزی بطور قاتل زبان ایک پیچیدہ صورتِ حال کی سادہ شکل ہے ۔ ایک غالب زبان کے اثرات دنیا کے مختلف حصوں میں نمایاں طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا میں، انگریزی کی موجودگی براہ راست یا بالواسطہ طور پر بڑی لسانی تباہی کا باعث بنی ہے جس میں نوے فیصد زبانیں معدوم ہوئیں۔(8)

انگریزی زبان اپنی ثقافتی عظمت، جدید علوم، معاشی نظام اور جدید ٹیکنالوجی کا علم رکھنے کے علاوہ حکومتی سرپرستی (جو نوآبادیاتی نظام سے لے کر عالم گیریت کے عہد تک پھیلی ہوئی ہے) کے باعث عالمی لنگوا فرینکا ہے اور دیگر عالمی زبانوں پر اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے یہ اثرات مثبت بھی ہیں اور منفی بھی ہیں۔

د: اردو میں دخیل الفاظ کی روایت: اجمالی جائزہ

جب ایک زبان کے الفاظ کسی دوسری زبان میں داخل ہوں تو انھیں دخیل الفاظ کہا جاتا ہے۔ دوسری زبان میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پوری طرح اس زبان کا حصہ بن جائیں اور اس زبان کے بولنے والے دخیل الفاظ کو اپنی زبان کے سانچوں اور قواعد کے تحت ویسا ہی برتاؤ کریں جیسا وہ اپنی زبان کے الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ دخیل الفاظ کے باب میں شمس الرحمن فاروقی کچھ یوں رقم طراز ہیں:

> غیر زبانوں کے جو لفظ کسی زبان میں پوری طرح کھپ جاتے ہیں انھیں دخیل کہا جاتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ صرف اور نحو کے اعتبار سے دخیل لفظ اور غیر دخیل لفظ میں کوئی فرق نہیں۔ جب کوئی لفظ ہماری زبان میں آ گیا تو وہ ہمارا ہو گیا اور ہم اس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو اپنی زبان کے اصلی لفظوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں یعنی اسے اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق اپنے رنگ میں ڈھال لیں گے اور اس پر اپنے قواعد جاری کریں گے۔(9)

لفظ دو طرح سے کسی زبان میں داخل ہوتے ہیں ایک براہ راست اور دوسرا کسی اور زبان کے توسط سے یعنی پہلے لفظ ایک زبان سے دوسری زبان میں جاتے ہیں اور پھر وہاں سے کسی اور زبان میں، اس سفر کے دوران لفظوں کی صورت میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ یہ تبدیلی لفظ کی ساخت میں، معنی میں اور تلفظ میں ہو سکتی ہے لیکن اصل ماخذ وہی زبان رہتی ہے جہاں سے لفظ نے سفر شروع کیا تھا۔ اردو میں ان دونوں طریقوں سے بیسیوں زبان کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لفظ داخل ہوئے ہیں۔ اردو ہندوستانی زبان ہے اور ہندوستان صدیوں سے بیرونی حملہ آوروں، تاجروں اور سیاحوں کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ حملہ آور آریائی ہوں، دراوڑ ہوں، ایرانی ہوں، یونانی، ترک ہوں، عرب ہوں افغانی کہ انگریز؛ سیاح پرتگیزی واسکوڈی گاما ہو، یونانی میگتھنیز ہو کہ مسلم ابن بطوطہ؛ تاجر ہند سندھ کے ساحلوں پر اتریں کہ کاشغر سے ٹیکسلا سلک روٹ سے داخل ہوں؛ ہندوستانی بہار میں موجود بدھوں کی نالندہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے طلبہ تبت سے آئیں، سری لنکا سے آئیں، چائنہ سے آئیں یا ترکی سے سبھی کو ہندوستان خوب راس آیا۔ یہ مختلف ثقافتی پس منظر رکھنے والے مختلف زبانیں بولنے والے جب ہندوستان آتے رہے تو ان کی زبانیں ہندوستانی زبانوں پر اثرات مرتب کرتی رہیں۔ کچھ لفظ ہندوستانی زبانوں میں ان لوگوں کی اشیا اور ایجادات کے ساتھ آئے کچھ لفظ ان کے شعبوں کے جارگن کے طور پر یہاں کی زبانوں میں داخل ہوئے اور کچھ

بول چال کے ذریعے آپسی رابطے کی خاطر ہندوستانی زبانوں کا حصہ بنے۔اردو میں دخیل الفاظ کی روایت کو سمجھنے کے لیے دوسری زبانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- اردو میں دخیل یورپی زبانوں کے الفاظ
- اردو میں دخیل ایشیائی زبانوں کے الفاظ
- اردو میں دخیل مقامی زبانوں کے الفاظ

یورپی زبان کے الفاظ اردو میں براہ راست بھی داخل ہوئے اور انگریزی کے توسط سے بھی اردو میں شامل ہوتے رہے۔قدیم ہند کے یورپی دنیا کے ساتھ مختلف نوعیت کے تعلقات تھے۔ایک تو تجارت کے در کھلے رہتے تھے دوسرا سیاحت فروغ پاتی رہی اور تیسرا حملہ آور مختلف ادوار میں ہندوستان میں داخل ہوتے رہے۔اگرچہ قبل مسیح میں سکندر یونانی ہندوستان میں آیا تھا اور اس کے بعد ایک معروف مورخ اور سیاح میگھتھنیز کئی سال تک ہندوستان میں رہا لیکن لاطینی، اطالوی، ہسپانوی اور کالٹی زبانوں کی طرح یونانی زبان کے زیادہ تر الفاظ بھی اردو میں انگریزی کے توسط سے داخل ہوئے۔پندرہویں صدی کے آخر میں پرتگالی واسکوڈی گاما ہندوستان آیا، پرتگیزیوں کے بعد فرانسیسی ہندوستان آئے سترہویں صدی کے اوائل میں ولندیزیوں کی آمد ہوئی۔اٹھارہویں صدی کے آخر میں جرمن قوم سے بھی کچھ تجارت رہی اور آخر میں انگریز پوری آب و تاب سے ہند کے آسمان پر چمکے یوں یہ تمام یورپی زبانیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے الفاظ ہندوستان میں رابطے کی زبان اردو میں داخل ہوئے۔

محمد بن عمر نے اپنی کتاب "اردو میں دخیل یورپی الفاظ" میں اردو میں دخیل یورپی زبانوں کے الفاظ کی نشاندہی کی ہے جو براہ راست یا انگریزی کے توسط سے اردو میں داخل ہوئے ان کے بقول:

> "جس طرح قدیم اور درمیانی زمانے کی انگریزی نے لاطینی اور یونانی زبانوں کے کئی لفظ مستعار لیے ہیں اسی طرح اردو نے بھی ان زبانوں کے کئی لفظ انگریزی کے توسط سے حاصل کیے ہیں..... لاطینی ماخذ کے الفاظ جو انگریزی کے توسط سے اردو میں داخل ہوئے ہیں مثلاً ایجنٹ، بس، آپریشن، الیکشن، پکچر، پائپ، سرکس، منٹ، ووٹ وغیرہ۔یونانی ماخذ کے الفاظ جو انگریزی کے توسط سے اردو میں داخل ہوئے ہیں مثلاً انچ، بکس، ڈراما، پوپ، تپائی، سین، کیمرہ، کورس وغیرہ"(10)

اردو کا اپنا صرفی و نحوی ڈھانچہ ہے۔ اپنا افعالی نظام ہے البتہ بیسیوں زبانوں کے اسماء اس میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ زبان بننے کا عمل ہزاروں سالوں کو محیط ہے صدیوں پہلے جب اردو زبان کے خدوخال کچھ زیادہ واضح نہیں تھے اور نہ ہی اردو الگ سے اپنی شناخت رکھتی تھی لیکن یہ صرفی و نحوی ڈھانچا کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا اور اس میں قدیم ہند کی زبانوں کے الفاظ شامل ہوئے جو بعد میں اردو کا مستقل حصہ بن گئے۔ آریائی اور دراوڑ ہند میں آکر بسنے والی قدیم قومیں ہیں آریائی زبان کے الفاظ اور آوازیں اردو میں داخل ہوئیں یہ آوازیں اور الفاظ براہ راست سنسکرت یا پراکرت اور دیگر کھڑی بولیوں کے ذریعے اردو کا حصہ بنے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے بقول:

> ماضی کے کسی دور میں ہندوستان پر موجودہ روسی ترکستان کے آریہ قبائل کی ترک تاز اس برصغیر کی تاریخ کا وہ اہم واقعہ ہے جس کے باعث دو قوموں (آریہ اور دراوڑ) میں ایک ایسا تصادم ہوا تھا کہ اس کے اثرات زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح آج ہندوستانی لسانیات میں بھی اچھی طرح محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اردو زبان نے ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح پہلی بار آریوں کی آبائی زبان (اصطلاحاً اوستائی) کے حلقہ اثر میں آکر 'و'، 'ہ' اور 'ی' کی آوازیں قبول کی تھیں جو بادی النظر میں اس کا گوشت و پوست معلوم ہوتی ہیں مجھے یقین ہے کہ اسی زمانے میں اردو زبان نے بہت سے آریائی الفاظ بھی مستعار لے لیے ہوں گے کیونکہ زبانوں میں آوازوں کے لین دین کا نمبر الفاظ کے لین دین کے بعد آتا ہے۔ اردو اور اس کی معاصر زبانوں میں آج جو سنسکرت الفاظ پائے جاتے ہیں وہ آریوں کی بول چال سے نہیں آئے بلکہ ان کی تحریری زبان سنسکرت سے لیے گئے ہیں۔ (11)

یورپی زبانوں سے کئی زیادہ اثر اردو پر ایشیائی زبانوں کا پڑا۔ ہندوستان پر وار کرنے والے ایشیائی حملہ آور خاصا نام رکھتے ہیں اور ان کی زبانیں اس قدر اردو پر اثر انداز ہوئیں کہ لگنے لگا اردو نے کہیں انھی کے بطن سے جنم نہ لیا ہو۔ عربی، ترکی، فارسی اور پشتو بولنے والے عرب، ترک، ایرانی اور افغانی حملہ آور صدیوں تک ہندوستان پر آباد رہے۔ ان زبانوں میں سے سب سے زیادہ اردو پر اثرات عربی اور فارسی کے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری رقمطراز ہیں:

> اردو کے دخیل الفاظ پر دوبارہ غور کرنے کے لیے ہمیں اس زمانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے جب دسویں صدی عیسوی کے لگ بھگ مسلمانوں نے ہندوستان پر درہ خیبر کی راہ سے حملہ کیا اور ایرانی بول چال کی زبان دوبارہ ان کی ہمرکابی میں یہاں پہنچی۔ یہ حملہ آور اپنے سے ہزاروں سال پہلے کے آریوں کی طرح زبان کے علاوہ اپنی لپی بھی ساتھ لائے تھے جس میں آگے چل کر یہاں کے مختلف علاقوں کی مقامی زبانیں قلم بند ہونے لگیں اور یوں

اردو زبان بھی جو ان کی آمد سے قبل دیونا گری ہی میں لکھی جاتی تھی، ایرانی لپی کے لباس میں آ گئی اور چونکہ فارسی ہند شمالی میں مسلمان حکمرانوں کی مادری زبان ہونے کے لحاظ سے سرکار دربار میں ۱۸۳۲ء تک مسند نشین رہی یہاں کی دوسری مقامی زبان میں بھی بے شمار فارسی اور فارسی کی وساطت سے عربی الفاظ داخل ہو گئے۔(12)

اردو، عربی اور فارسی سے زیادہ مماثلتیں رکھتی ہے اس کا موجودہ رسم الخط اور اس کے حروف تہجی عربی اور فارسی سے بڑی حد تک مماثل ہیں بلکہ انھی میں سے ہیں۔ ان دو زبانوں نے اردو کے خدوخال کو واضح کیا اور نئی شناخت دی۔ مسلم حملہ آوروں کی آمد سے اردو زبان کے بننے کا عمل تیز ہوا اور اردو کے نقوش خوب ابھرے۔ عام تاثر یہ بننے لگا کہ اردو مسلمان حملہ آوروں کی آمد سے، ان کی زبانوں کے عام استعمال سے اور مختلف زبانیں بولنے والے لشکروں کے سبب سے وجود میں آئی ہے اور یہ مسلمانوں کی زبان ہے۔ جبکہ ماہرین لسانیات کے نزدیک مختلف زبانیں مل کر نئی زبان نہیں بنا سکتیں۔ اردو پہلے سے موجود تھی عربی اور فارسی نے اتنا کیا کہ زبان کے بننے کے عمل کو تیز کیا اگر یہ زبان ہندوستان نہ آتی تو شاید اردو کو واضح ہو کر شناخت قائم کرنے میں چند صدیاں اور لگ جاتیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا تحقیقی مضمون "اردو لشکری زبان نہیں ہے" قابل ذکر ہے۔ جن غیر ملکی زبانوں کے الفاظ من وعن اردو میں داخل ہوئے یا ان میں تصرف کیا گیا وہ تصرف چاہے اپنی زبان کے قاعدے سے کیا گیا ہو یا غیر زبان کے قاعدے سے یا سابقے یا لاحقے لگا کر مزید الفاظ بنائے گئے ہوں ہر صورت میں بقیہ غیر زبانوں کے الفاظ سے فارسی اور عربی زبان کے الفاظ کی تعداد اس ضمن میں زیادہ ہے۔

یورپی اور ایشیائی زبانوں کے علاوہ ہندوستان کی اپنی زبانوں کے الفاظ بڑی تعداد میں اردو میں داخل ہوئے۔ پنجابی، سندھی، دکنی، پوٹھوہاری اور متعدد کھڑی بولیوں کے الفاظ اردو میں موجود ہیں اس ضمن میں اردو زبان کے آغاز کے نظریات پیش کرنے والوں کے افکار اہمیت کے حامل ہیں۔ مختصر یہ کہ اردو میں بالترتیب سنسکرت، پراکرت اور کھڑی بولیوں کے الفاظ؛ عربی فارسی کے الفاظ؛ انگریزی کے الفاظ اور علاقائی زبانوں کے الفاظ صدیوں سے داخل ہوتے رہے ہیں اور اکثر تعداد ان الفاظ کی اردو کے مزاج میں ڈھل کر مختلف صورتوں میں آج بھی اردو زبان کا حصہ ہے۔

ہ: اردو پر انگریزی کے اثرات: مختصر پس منظر

اردو برصغیر پاک و ہند میں رابطے کی زبان ہے۔ انگریزوں کی آمد ہی سے اردو پر انگریزی کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں کہیں کہیں انگریزی الفاظ کی باز گشت سنائی دیتی تھی لیکن 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد نو آباد کار پوری طرح سے غالب آ چکے تھے لہذا یہیں سے ہندوستانی زبانوں پر انگریزی اثرات کا غلبہ شروع ہوتا ہے۔ ایک صدی تک ہندوستان انگریز کی نو آبادی رہا نو آبادیاتی نظام میں قابض طاقت کا اولین مقصد تو قبضہ شدہ خطے کے وسائل سے فائدہ اٹھانا اور وسائل کو لوٹ کر اپنے ملک میں لے جانا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قابض طاقت اپنے عظیم ہونے کے احساس میں مبتلا ہوتی ہے۔ طاقتور محکوموں کو جاہل سمجھتے ہیں اور انھیں مہذب بنانے کے لیے اپنی تہذیب سکھانے کی کوشش کرتے ہیں جس پر انھیں فخر ہوتا ہے۔ اولین دور میں تو انگریزوں کی مجبوری تھی کہ وہ یہاں کی زبان سیکھیں لوگوں کی ثقافت سمجھیں اور اپنے قدم مضبوط کریں لیکن جب قدم جم گئے تو مرحلہ وار ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے چھیڑ چھاڑ کی گئی۔ پہلے تو فارسی جو کہ مغلوں کے عہد میں سرکاری زبان کا درجہ رکھتی تھی اس کے مقابلے میں اردو کی ترویج کی جب اردو فارسی کی جگہ لینے لگی تو پھر اردو کو انگریزی سے بدل دیا گیا۔ نو آبادیاتی نظام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے فارسی کمزور ہوئی پھر اردو مضبوط ہوئی اور پھر انگریزی تہذیب بڑے پیمانے پر ہند کی تہذیب و ثقافت میں سرائیت کرنے لگی جس کے اثرات ہمیں اردو زبان میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

> نو آبادیات کو فقط طاقت کے حصول سے نہیں، طاقت پر حتی المقدور، اجارے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے ایک حربے کے طور پر آباد کار اپنی زبان مسلط کرتا ہے۔ زبان کا یہ تسلط ایک کثیر المقاصد ثقافتی منصوبہ ہوتا ہے۔ چوں کہ آباد کار اسی عرصے میں اپنی زبان کے نفاذ کا فیصلہ کرتا ہے، جب نو آبادیاتی ملکوں کی زبانوں کی تحصیل و تحقیق کی ایک باقاعدہ روایت تشکیل پا رہی ہوتی ہے، اس لیے مقامی زبانوں اور انگریزی و فرانسیسی کے حامیوں میں تنازع بھی جنم لیتا ہے۔ تاہم یہ تنازع مقصد پر نہیں، مقصد کے حصول کے طریقِ کار پر ہوتا ہے۔ اس تنازعے میں انگریزی و فرانسیسی کے حامی جیت جاتے اور اس کے ساتھ ہی نو آبادیاتی ممالک ایک بالکل نئی ثقافتی صورتِ حال میں داخل ہوتے ہیں۔(13)

نو آبادیات میں فاتح کی زبان سیکھنا اور اس زبان کے اثرات قبول کرنا محکوموں کی مجبوری ہے۔ ایک تو اس زبان سے روز گار وابستہ ہو جاتا ہے اور دوسرا فاتح قوم کی ایجادات، ادارے اور اشیا کے نام فاتح قوم کی زبان ہی میں نو آبادی میں

داخل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انگریز نے ہندوستان میں مالیاتی ادارے، ریلوے، پولیس چوکیاں، ڈاک کا نظام اور دیگر ترقیاتی ادارے قائم کیے تو ان اداروں کی مخصوص زبان یعنی سماجی لسانیات کی اصطلاح میں جارگن انگریزی زبان ہی کے تھے جن کے متبادلات یا تراجم ہندوستانیوں کے پاس موجود نہیں تھے۔ اسی طرح انگریزوں کے رسم و رواج، لباس، تہوار، کھیل اور انگریزی اشیا کے لیے بھی ہندوستانیوں کے پاس الگ سے تمام الفاظ موجود نہیں تھے لہذا وہی انگریزی الفاظ اردو میں لکھے اور بولے جانے لگے۔ جب انگریزی دفاتر اور تعلیمی اداروں تک پہنچی تو اردو والوں کی با قاعدہ ضرورت بن گئی۔ لیکچرار جامعہ عثمانیہ محمد بن عمر اپنی تحقیقی کتاب "اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات" میں لکھتے ہیں:

> برطانوی حکومت نے جب ہندوستان کے سرکاری محکموں، عدالتوں، کالجوں اور جامعات کی زبان انگریزی قرار دی تو نہ صرف اعلی اور اوسط طبقے کے لوگوں نے بلکہ عوام نے بھی عزت، علم، اعزاز، اور دنیاوی ترقی کی خاطر محنت اور دلچسپی سے انگریزی سیکھی اور انگریزی لفظ اپنی زبان میں استعمال کرنے شروع کر دیے۔ انگریزی زبان میں لکھی ہوئی کتاب جدید علوم و فنون کا واحد ذریعہ بن گئیں۔ لوگ ذوق و شوق سے ان کتابوں کو پڑھتے اور خیالات و الفاظ کو ذہن میں محفوظ کرتے اور بول چال میں دہراتے۔(14)

غالب کے خطوط میں کئی انگریزی الفاظ کا استعمال ملتا ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں کتنے ہی انگریزی الفاظ عوامیت اختیار کر چکے تھے اور رسمی و غیر رسمی گفتگو میں استعمال ہوتے تھے۔ سر سید کی علی گڑھ تحریک نے با قاعدہ شعوری طور پر انگریزی زبان کو تحریر و تقریر میں برتنا شروع کیا۔ سر سید اور ان کے رفقاء کے ہاں اردو تحریر میں انگریزی الفاظ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ یہاں سے ضرورت مرعوبیت میں بدل جاتی ہے۔ فاتح نے نہ صرف وسائل لوٹے بلکہ اپنی تہذیب پر تفاخر کا اظہار کیا اور اس سے محکوموں پر مسلط کرنا شروع کیا۔ ہندوستانی انگریز کی شان و شوکت سے بڑے پیمانے پر متاثر ہونے لگے اور فاتح سے مرعوبیت کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ محمد بن عمر کے بقول:

> اس زمانے کی اردو میں ایک ترقی یافتہ زبان اور اس کے علوم اور ادب کے حملہ کے خلاف مدافعت کی قوت نہیں ہو سکتی تھی پھر بیرونی قوتوں کے سیاسی تسلط کی وجہ سے خاص طور پر 1857 کی جنگ آزادی کے بعد اردو زبان اور اس کے لکھنے اور پڑھنے والوں کو نقصان پہنچانے کی جو منظم تجویزیں بنائی گئی تھیں ان کے اثرات کے نتیجے کے طور پر ایک ذہنیت کا پیدا ہونا بھی ایک فطری امر تھا۔ ایک کثیر تعداد میں انگریزی لفظوں کے اردو میں سموئے جانے کی کچھ تاریخی، کچھ سماجی اور کچھ علمی وجوہات میں ہیں۔(15)

نو آباد کار نے محکوم کو احساس دلایا کہ تمھاری ثقافت ادنی، تمہارا رہن سہن پنچ اور زبان کم درجے کی ہے۔ محکوموں نے مان لیا، کمتری کے احساس میں مبتلا ہوئے اور انگریزوں کی نقل کرنے لگے۔ انگریزوں کی نقالی میں جہاں رسم ورواج اور لباس متاثر ہوئے وہاں اردو زبان بھی انگریزی کی زد میں آگئی اور انگریزی بولنا یا اردو میں انگریزی کے الفاظ شامل کر کے بولنا باعثِ فخر سمجھا جانے لگا۔ اردو کا مزاج شروع ہی سے فراخدلانا ہے اور وہ دیگر زبانوں کے الفاظ کو خوشدلی سے خوش آمدید کہتی آئی ہے یہاں بھی یہی ہوا انگریزی الفاظ جوق در جوق اردو میں شامل ہوتے گئے اردو بولنے والوں نے نہ صرف ضرورت کے تحت بلکہ انگریزی سے مرعوبیت کے باعث بھی دل کھول کر اردو میں انگریزی کوڈ سوئچنگ سے کام لیا۔ انگریز چلے گئے لیکن انگریزی کی ضرورت اور اس سے مرعوبیت جیسی دونوں صورتیں باقی رہیں۔ ضرورت یوں کہ معاشی، سائنسی اور علمی میدانوں میں پاک وہند انگریز سے پیچھے رہا اور انھی کے علوم وفنون پر گزر بسر کرتا رہا۔ اگر خود کچھ ایجادات ہوتیں اور علمی کارنامے سرانجام دیے جاتے تو الفاظ بھی اپنی زبان کے ہوتے جب اشیا اور علوم ان کے ہیں تو نام بھی انھی کے چل رہے ہیں۔ انگریزی سے مرعوبیت بھی کم نہ ہوئی اور نہ ہی اپنی زبان کو بہتر سمجھنے کا احساس بیدار ہوا نیز مقتدر طبقے نے انگریزی کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کر کے طبقاتی تعلیم کی بنیاد رکھی اور خود ہی اپنی آل اولاد کو انگریزی سکھا کر اقتدار پر قابض رکھنے کی حکمتِ عملی وضع کی یوں انگریزی کا اثر ورسوخ اردو زبان پر بڑھتا چلا گیا۔ ماہر القادری انگریزی کے اردو میں مستعمل الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> انگریزی اور فرانسیسی کے صرف وہ الفاظ اردو میں مستعمل ہیں، جن کا تعلق جدید آلات اور سائنس اور دیگر فنون کی تشریحات سے ہے، یعنی وہ ایجادات جن کے لیے اردو میں پہلے سے الفاظ موجود نہ تھے، ان کے انگریزی نام اردو میں شامل ہوگئے۔ بعض الفاظ تو بعینہ باقی ہیں اور بعض کو "مورد" کر لیا گیا ہے۔ (16)

مختصر یہ کہ نو آبادیاتی دور میں انگریز برِ صغیر کا فاتح ہوا تو اس کی زبان انگریزی نے مفتوح قوم کی زبان کو متاثر کرنا شروع کیا۔ انگریزی آلات، انگریزی نظامِ تعلیم اور انگریزی قوم کی سرپرستی کے باعث کئی انگریزی الفاظ اردو میں داخل ہونا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے عام بول چال میں استعمال ہونے لگے۔ ان الفاظ کا زیادہ تر تعلق جدید آلات، کھیل اور انگریزی طور اطوار سے تھا۔

حوالہ جات

1۔ناصر عباس نیّر،عالمگیریت،انگریزی کا نیا عالمی کرداراور اردو، تجزیات (آن لائن)،2016ء

https://www.tajziat.com/article/1322

2۔پیٹر ماسٹر،پازیٹو اینڈ نیگیٹو ایسپیکٹس آف ڈومیننس آف انگلش،ریسرچ گیٹ،ٹیسول(TESOL)،دسمبر1998ء

https://www.researchgate.net/publication/260354086_Positive_and_Negative_Aspects_of_the_Dominance_of_English

English clearly dominates in the world today because English is the acknowledged lingua franca of science, technology, and business.

3۔اِن ڈنگ فوزیاتی،ماہرِ اطلاقی لسانیات،ساتواں عالمی سیمینار،ستیاویکانا کرسچن یونیورسٹی،2013ء

https://repository.uksw.edu/bitstream/123456789/4225/2/PROS_Endang%20Fauziati_English%20as%20a%20Global%20Language_fulltext.pdf

The twentieth century has witnessed the phenomenal spread of English. Modern English that was once a native tongue of the inhabitants of England in the fourteenth century has now become the most popular lingua franca around the world.

4۔سکتناب کنگس اینڈرا پرٹ فلپسن،لنگوسائیڈ اینڈ لنگوس ازم،دی گریٹر پبلشر برلن اینڈ نیویارک، ستمبر1996ء، ص3

5۔ناصر عباس نیّر،عالمگیریت،انگریزی کا نیا عالمی کرداراور اردو، تجزیات (آن لائن)،2016ء

https://www.tajziat.com/article/1322

In the British empire linguicist policies favoured English in an equivalent way. In the mid 19th century a grammatical knowledge of the English language was regarded as the most important agent for the coloured population of the colonies. Even though greater use was made of local languages in the early stages of education in the British empire than in the French, local languages had low status, and education through the exclusive medium of English was the norm after the initial years English was the key to success in a colonized society.

6۔ ایضاً

7۔ پیٹر ماسٹر، پازیٹو اور نیگیٹو اسپیکٹس آف ڈومیننس آف انگلش، ریسرچ گیٹ، ٹیسول(TESOL)، دسمبر 1998ء

https://www.researchgate.net/publication/260354086_Positive_and_Negative_Aspects_of_the_Dominance_of_English

The consequences of English linguistic imperialism are found the world over. In India, Gandhi protested that English died education because the time spent learning English led to decreased standards in other subjects. More recently, in Kenya showed how English upholds the domination of a small elite and the foreign interests with which they are allied. In France, Haut Conseil de la Francophonie saw the worldwide spread of English as leading to linguistic uniformity and thereby threatening cultural and creative values. Indeed, in all of Europe, English is seen by many as a threat to the languages and cultures of the European Community as it is in Mexicoand Quebec.

8۔ڈیوڈ کرسٹل، لینگوتج ڈیتھ، کیمبرج یونیورسٹی پریس،2003ء، ص87

English as a ‘killer language’ is a gross over simplification of a complex situation. The effects of a dominant language vary markedly in different parts of the world. In Australia, the presence of English has, directly or indirectly, caused great linguistic devastation, with 90% of languages moribund.

9۔ شمس الرحمٰن فاروقی، غیر زبانوں کے الفاظ

https://urdu.i360.pk/%D8%BA%DB%8C%D8%B1-%D8%B2%D8%A8%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA-%DA%A9%DB%92-%D8%A7%D9%84%D9%81%D8%A7%D8%B8/

10۔ محمد بن عمر، اردو میں دخیل یورپی الفاظ، کتاب خانہ عابد روڈ، حیدر آباد دکن، بار اول، 1955ء، ص1،2

https://www.rekhta.org/ebooks/detail/urdu-me-dakheel-europi-alfaz-mohammad-bin-umar-ebooks?lang=ur

11۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

https://www.madarisweb.com/ur/articles/4801

12۔ ایضاً

13۔ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، اخبارِ اردو، جولائی 2011ء

https://nlpd.gov.pk/uakhbareurdu/july2011/9.html

14۔ محمد بن عمر، اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات، کتاب خانہ عابد روڈ حیدر آباد دکن، 1955ء، ص2

https://www.rekhta.org/ebooks/urdu-zaban-par-angrezi-zaban-ke-asrat-mohammad-bin-umar-ebooks?lang=ur

15۔ ایضاً، ص2

16۔ ماہر القادری، اردو کا غیر زبانوں سے تعلق، ریختہ

https://www.rekhta.org/articles/urdu-ka-ghair-zabaanon-se-talluq-mahirul-qadri-articles?lang=ur

باب دوم

انگریزی کے اردو بول چال پر مثبت اثرات

انگریزی زبان کے اردو بول چال پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینے سے قبل کوڈ سوئچنگ کے بارے میں بنیادی باتوں کا ذکر کرنا لازم ہے۔ کوڈ سوئچنگ کے لیے اردو میں تحولِ زبان کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے لیکن یہ اصطلاح اردو میں تا حال رائج نہیں اور نہ ہی کوڈ سوئچنگ جتنی با معنی اور وسیع ہے۔ سو اس تحقیقی مقالے میں کوڈ سوئچنگ ہی کی اصطلاح استعمال ہو گی۔ ایک سے زیادہ زبانیں جاننے والے افراد یا ذو لسانی اور کثیر السانی معاشرے میں رہنے والے افراد دورانِ گفت گو ایک زبان میں بات کرتے کرتے روانی میں دوسری زبان کے جملے بولنے لگتے ہیں یا ایک دو جملے دوسری زبان کے ادا کرتے ہیں اس زبان کی منتقلی کے عمل کو سماجی لسانیات کی اصطلاح میں کوڈ سوئچنگ کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ رویہ بہت عام ہے۔ مادری زبان، قومی زبان اور بین الاقوامی زبان سے بیک وقت ہمارا واسطہ پڑتا ہے اردو میں بات کرتے کرتے انگریزی زبان کے جملے یا انگریزی میں بات کرتے کرتے اردو کے ایک دو جملے ادا کر دینا یا مادری زبان کے جملوں، محاوروں یا ضرب المثال کا استعمال کرنا معمول کی بات ہے۔ ایک زبان کے جملے کے اندر کسی دوسری زبان کے الفاظ کو شامل کر دینا کوڈ مکسنگ ہے۔ کثیر لسانی معاشرے میں کوڈ مکسنگ کا چلن عام ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ زیادہ زبانیں جاننے والے فرد کے منہ سے ایک زبان کے جملے میں دوسری زبان کے الفاظ کا نکالنا غیر شعوری بھی ہو سکتا ہے اور ضرورت بھی۔ ممکن ہے جو کوڈ مکسنگ ہوئی ہو اس کا متبادل اس زبان میں نہ ہو جس میں گفت گو ہو رہی ہو یا جو لفظ دوسری زبان کے شامل کیے گئے ہوں وہ زیادہ رواں اور عام فہم ہوں۔ کوڈ مکسنگ کے حوالے سے شیر از دستی لسانیات ایک جامع تعارف میں لکھتے ہیں:

> تحولِ زبان کو ادغامِ رمز (Code Mixing) بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ضروری نہیں ہے کہ متکلم واضح مقامات پر ایک زبان سے دوسری زبان میں اپنی گفت گو کو طویل دورانیوں کے لیے منتقل کرے۔ ایک زبان کے جملے میں دوسری زبان کا ایک لفظ لے آنا بھی اسی عمل کا حصہ ہو سکتا ہے۔(1)

بول چال میں ایک لفظ دوسری زبان کا استعمال ہو یا جملہ یا کوئی پیراگراف عمل سارا کوڈ سوئچنگ ہی کا ہے یہ تو محض سمجھنے کی خاطر درجہ بندی کر دی گئی ہے کہ لفظ دوسری زبان کا آئے تو کوڈ مکسنگ ہے اور جملہ یا جملے دوسری زبان کے استعمال

ہوں تو کوڈ سوئچنگ ہے۔ایک زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دوسری زبان کے الفاظ یا جملے کا استعمال کئی طرح سے ہوتا ہے۔ جملے کے شروع میں دوسری زبان کے الفاظ یا کوئی جملہ ادا کرکے اپنی زبان میں گفتگو جاری رکھی جائے یا جملے کے دوران کسی دوسری زبان کے لفظ یا جملے ادا کرکے دوبارہ اپنی پہلی زبان میں گفتگو جاری رکھی جائے یا پھر جملے کے آخر میں دوسری زبان کے ٹیگز یا ایکسپریشنز کا استعمال کیا جائے یہ سب کوڈ سوئچنگ کی صورتیں ہیں۔ ماہرِ لسانیات پروفیسر سوزین رومینی نے اپنی کتاب لینگویج اِن سوسائٹی، اَین انٹروڈیکشن ٹو سوشولنگوسٹکس (Language in society, An introduction to sociolinguistics) میں کوڈ سوئچنگ کی مختلف مثالیں درج کرکے کوڈ سوئچنگ کے کچھ اصول اور کچھ مسائل بیان کیے ہیں انھوں نے کوڈ سوئچنگ کی مختلف نوعیتوں کو زیرِ بحث لایا ہے۔ ان کے نزدیک کوڈ جملے کے اس مقام پہ سوئچ ہونا چاہیے جہاں کسی زبان کے نحوی ڈھانچے کا نقصان نہ ہو کوڈ سوئچنگ کرتے ہوئے زبان کے قواعد کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔

> سوئچنگ کے لیے مختلف گرائمر کے اصولوں کی تجویز پیش کی گئی ہے جیسے کہ ایک کو مساوات کی رکاوٹ کہا جاتا ہے جو پیش گوئی کرتا ہے کہ کوڈ سوئچ ایسے مقامات پر واقع ہوں گے جہاں دونوں زبانوں کے عناصر کا ملاپ کسی بھی زبان کے نحوی اصول کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو۔ تبدیلی ان مقامات پر ہونی چاہیے جہاں دونوں زبانوں کے سطحی ڈھانچے ایک دوسرے پر نقشے بناتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کی تبدیلی صرف دونوں زبانوں کی مشترکہ حدود پر ہونی چاہیے اور تبدیلی کسی بھی دو جملے کے عناصر کے درمیان نہیں ہونی چاہیے جب تک کہ انہیں عام طور پر ایک ہی طریقے سے ترتیب نہ دیا جائے ۔(2)

سوزین رومینی نے کوڈ سوئچنگ کے باب کے آغاز میں کچھ کوڈ سوئچنگ کی مثالیں درج کی ہیں جن میں پہلی مثال پنجابی اور انگریزی کوڈ مکسنگ کی ہے۔

> kio ke six, seven hours te school de vic spend karde ne, they are speaking English all the time (Panjabi/English bilingual in Britain). Because they spend six or seven hours a day at school, they are speaking English all the time.(3)

یہ حوالہ دیتے ہوئے اور بات کی وضاحت کرتے ہوئے سوزین رومینی نے لکھا ہے کہ ذو لسانی معاشروں میں کوڈ سوئچنگ زبان کے حق میں بہتر نہیں وہ یہاں تک کہتی ہیں کہ کوڈ سوئچنگ کسی زبان کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔

دنیا میں جس طرح کی مخلوط تقریر پائی جاتی ہے وہ برطانیہ میں پنجابی / انگریزی ذو لسانی برادری میں کافی عام ہے جہاں انگریزی سے رابطہ شدید ہے خاص طور پر نوجوان نسل میں ، بہت سے لوگوں کو خدشہ ہے کہ مستقبل میں یہ زبان ختم ہو جائے گی۔ یہ اضطراب بہت سی دوسری اقلیتی لسانی برادریوں کے اراکین میں بڑے پیمانے پر مشترک ہے ۔ اکثر کہا جاتا رہا ہے کہ ذو لسانیت لسانی معدومیت کی راہ پر ایک قدم ہے ۔ ایسے معاملات تلاش کرنا مشکل نہیں ہے جہاں زبان کی موت سے پہلے ذو لسانیت اور وسیع پیمانے پر کوڈ سوئچنگ ہو۔(4)

یہاں کوڈ سوئچنگ کی سامنے کی صورتوں کا استعمال ہی کافی نہیں بلکہ موضوع میں وسعت ہے کہ وہ ہر طرح کے انگریزی زبان کے اردو بول چال پر اثرات کا جائزہ لے اس میں کوڈ سوئچنگ کے ساتھ ساتھ انگریزی کے اردو میں دخیل الفاظ کی کثرت بھی زیرِ بحث آتی ہے جو اردو زبان میں من و عن یا اپنی ساخت کی تبدیلی کے ساتھ اردو زبان میں رچ بس چکے ہیں اور اسی طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے اردو الفاظ کو برتا جاتا ہے ہر دو طرح کے انگریزی بول چال کے اثرات کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لینا لازم ہے۔اس باب میں انگریزی زبان کے اردو بول چال پر اثرات کے مثبت پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے مثبت اثرات زبان پر بھی ہوسکتے ہیں اور زبان بولنے والوں کے لیے بھی سود مند ہوسکتے ہیں۔

الف: ذخیرہ الفاظ میں اضافہ

زندہ زبانیں دوسری زبانوں سے لفظ قبول کرنے اور اپنے لفظ ترک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہی رد و قبول زبانوں کو آگے بڑھاتا ہے اور زبانوں کی عمروں کا تعین کرتا ہے۔ جو زبان اپنے ذخیرہ الفاظ میں وسعت لا کر بولنے والوں کے جذبات اور خیالات کے اظہار کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی جس قدر زیادہ صلاحیت رکھتی ہے اس کے پھلنے پھولنے کے امکانات اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اردو زبان شروع ہی سے دوسری زبانوں کے الفاظ قبول کرنے کے معاملے میں اپنا دامن کشادہ رکھتی ہے۔ وہ مزاحمت نہیں کرتی وہ تبدیلی قبول کرتی ہے وہ نہ تو اپنے سے بڑی زبانوں سے حسد کرتی ہے نہ چھوٹی

زبانوں کو حقیر سمجھتی ہے بلکہ فراخدلی سے دیگر زبانوں کا استقبال کرتی ہے اور جہاں جہاں اس کے دامن میں گنجائش ہوتی ہے وہ دوسری زبانوں سے الفاظ لے کر اپنی کمی پوری کر لیتی ہے۔ اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ کی وسعت کا ایک سبب اردو کا یہ لچکدار رویہ ہے دخیل الفاظ کے نقصانات اپنی جگہ لیکن اس کے فوائد سے انکار ممکن نہیں۔ڈاکٹر سہیل بخاری کے بقول:

> بہر حال دخیل الفاظ سے کچھ فائدے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی مدد سے خیالات کا ذرا ذرا سا فرق بڑی آسانی سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ان کے استعمال سے خیالات کی حدود قطعی اور خطوط واضح ہو جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لکھنے والا ایک ہی لفظ کو بار بار دہرانے سے بچ جاتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دخیل الفاظ سے زبان کے سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس زبان میں دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ الفاظ پائے جاتے ہیں وہ باثروت سمجھی جاتی ہے اس لحاظ سے اردو زبان اس برصغیر کی تمام زبانوں پر سبقت لے گئی ہے کہ کسی زبان کا اثاثہ اس کے ذخیرہ الفاظ کے سامنے نہیں ٹھہرتا بلکہ ہم اس کے سرمائے کو نہایت فخر کے ساتھ دنیا کی کسی زبان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔(5)

اردو نے ایک زمانے میں جو فیض عربی اور فارسی سے پایا ہے وہ فیض آج انگریزی سے حاصل کیا جا رہا ہے۔ آج اردو پر انگریزی کے جس قدر اثرات مرتب ہو رہے ہیں اتنے کسی دوسری زبان کے نہیں ہو رہے۔ سوشل میڈیا کی ایجاد نے انگریزی اور اردو کے درمیان کے تمام تر زمین فاصلے ختم کر دیے ہیں۔ جس زبان میں علم زیادہ ہو ایجادات زیادہ ہوں وہی بڑی زبان ہوتی ہے۔ لہذا علم و ہنر کی دنیا ہو، ایجادات ہوں، دریافتیں ہوں یا عالمی نظم کو سمجھنا ہو بہر صورت اردو کو اپنی کمی پوری کرنے کے لیے انگریزی سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ سوشل میڈیا ہو، کھیل ہو، سیاست ہو، صحافت ہو، اشیائے ضروریہ ہوں، سائنسی علوم ہوں حتی کہ مذہبی مباحث میں انگریزی الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ نت نئی ایجادات اپنے نام لے کر اردو میں داخل ہو رہی ہیں۔ نئے مباحث، احساسات اور جذبات جن کے لیے اردو کا ذخیرہ کافی نہیں تھا ان کے لیے انگریزی لفظ اردو کا حصہ بن رہے ہیں۔ جو عام بول چال میں ہمیں سننے کو ملتے ہیں مفتی طارق مسعود کے محض 14 منٹ کے وی لاگ "قیامت کا میزان پل صراط کیسے اور کہاں لگے گا" میں متعدد انگریزی اسماء اور اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے جیسا کہ میڈیکل سائنس، جینز، جنیٹک سائنس، سیل، نیوکلیس، روبوٹ، کرنٹ، الیکٹرک، گیس، ہیٹر، یوٹیوب، کمنٹ، لینڈ کروزر، موبائل، تھرمامیٹر، موٹیویشن، سرچ، ڈپریشن، سٹریس، ٹینشن، ایئر کنڈیشن، اٹومیٹکلی، کپیسٹی اور مولٹی فام۔(6)

دوسری زبان کے لفظ کا متبادل اگر اپنی زبان میں موجود نہ ہو تو غیر زبان کے لفظ کی اپنی زبان میں شمولیت غنیمت ہے اگر غیر زبان کے لفظ کا متبادل اپنی زبان میں موجود ہو تب بھی غیر زبان کا لفظ مترادف کے طور پر کام آتا ہے اور مترادفات کے باب میں بابائے اردو مولوی عبدالحق کا کہنا ہے:

> زبان کیسی ہی وسیع اور بھرپور ہو، خیال کی گہرائیوں اور باریکیوں اور نازک فَرقوں کو صحت کے ساتھ ادا کرنے میں قاصر رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ادا کرنے کیلئے طرح طرح کے جتن کیے جاتے ہیں۔ مترادف الفاظ ایسے موقعوں پر بہت کام آتے ہیں۔ مترادف الفاظ سب ہم معنی نہیں ہوتے، ان کے مفہوم اور استعمال میں کچھ نہ کچھ ضرور فرق ہوتا ہے، اس لئے ادائے مطالب میں ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اگر زبان کی قدر و منزلت ان مقاصد کے پورا کرنے میں ہے جن کے لئے زبان بنی ہے تو ہمیں اس امر کو ماننا پڑے گا کہ غیر زبان کے الفاظ داخل ہونے سے ہماری زبان کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے۔(7)

انگریزی زبان کے اردو کے ذخیرے میں نہ صرف وہ لفظ شامل ہوئے ہیں جن کے متبادلات موجود نہیں تھے بلکہ وہ لفظ بھی کثرت سے مترادف الفاظ کی صورت میں داخل ہوئے ہیں جن کے بہترین اردو متبادلات موجود ہیں۔ مثلاً سٹائل، میوزک، سکالر، سوسائٹی، مارکیٹ، گرل فرینڈ، اگنور، لفٹ، پروموٹ؛(8) ایگری، سپورٹ، رومینٹک، سٹوڈنٹ، فکشن، لاجک، شیلف، ایون، پلاننگ، اوورآل(9) محمد بن عمر نے اپنی کتاب اردو میں دخیل یورپی الفاظ میں انگریزی الفاظ و مرکبات کے اردو زبان میں گھل مل جانے کی وضاحت کچھ یوں کی ہے:

> نہ صرف مفرد انگریزی لفظ بلکہ مرکبات، سابقے، لاحقے محاورے، تشبیہات، استعارے اور اصطلاحیں بھی بغیر کسی بڑی تبدیلی کے اردو کے جسد میں پیوست ہو چکے ہیں۔ عربی، فارسی، ہندی اور اردو کے سابقوں اور لاحقوں کو انگریزی الفاظ کے آگے اور پیچھے لگا کر اردو میں نئے نئے مرکبات بنائے گئے ہیں۔ چند انگریزی الفاظ اس قدر بگڑ کر اردو میں رائج ہو چکے ہیں کہ ان کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔(10)

یہاں کچھ ایسے ہی مفرد انگریزی الفاظ مرکبات اور اصطلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے جو کھیل، حالات حاضرہ، سائنسی اور دیگر علوم سے متعلق موضوعات پر بات چیت کے دوران عموماً استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً اسلاموفوبیا، ٹیررازم، ڈپلومیٹک، مڈل ایسٹ، سٹیپ فارورڈ، انوالومنٹ، مینوپلی، بیسکلی، سیز فائر، پارٹی، پبلیکلی، ممبر ؛(11) جینوسائڈ، سسٹمیٹک، سیکیورٹی، اتھارٹی، سیٹلمنٹ، سوشل لائف، سٹیپ، سوکالڈ، سینیئر موسٹ، ہائی پروفائل، ٹارگٹ کلنگ؛(12) سکول آف

تھاٹ، وے آف لیونگ، وے آف تھنکنگ، فلاسفی، فریڈم آف سپیچ، نیگیٹو سینس، سیکولرازم، ایتھیسٹ؛(13) فیمنزم، فیمنسٹ، میل ڈومنسٹ سوسائٹی، کانسپٹ ؛(14) پروفیسر، تھیسز، ریسرچ، لسٹ، ڈسکس، کنکلویژن، ارینج، ڈسپلن، ڈیپارٹمنٹ، مکس، پلے لسٹ ؛(15) پوزیشن، مس، سیزن، فام، ٹیسٹ، کمبینیشن، آئیڈیا، نارمل، فوکس، کریٹیکل، کریڈٹ، ڈریسنگ روم، فرنچائز، سٹرائک ریٹ، سلو ڈلیوری، مڈل اوور وغیرہ ؛(16) ڈیجیٹل، ہوٹل، کیبنٹ، چیئرمین، وارننگ، سائبر کرائم، ایجنسی، انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈائریکٹر، منسٹری، آرمی چیف، کور کمانڈر، جوکر، جیل، ٹیم، الیکشن کمیشن، نوٹیفیکیشن، ریٹائرمنٹ، ریٹائر، ٹاسک، اپوزیشن، سیمینار، لائک اینڈ شیئر، پوڈ کاسٹ، سرپرائز، اناؤنس، گورنر، ایکسٹینشن، سوئیر، انٹرنس، سکینڈل، رپورٹ، ٹریس، الاٹ، ڈیل(17) ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اردو نے نئی آنے والی اشیا کے انگریزی اسماء اور علوم کی اصطلاحات کو من و عن یا معمولی تبدیلی کے ساتھ اپنایا اور متعدد انگریزی الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات کو بطور مترادف اپنے دامن میں جگہ دی۔

ب: اظہار میں ندرت اور سہولت

زبان کا ذخیرہ جتنا وسیع ہوتا ہے اظہار کے طریقے بھی اتنے ہی منفرد اور دلکش ہوتے ہیں۔ زبان بولنے والے اپنی کیفیت اور اپنے خیالات کی نوعیت کو مختلف زاویوں سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مختلف مترادفات کے استعمال سے اپنی بات کی وضاحت زیادہ بہتر انداز میں کر سکتے ہیں۔ مولوی عبدالحق اردو زبان میں فارسی زبان کے ذخیرے کی آمیزش کے بارے میں لکھتے ہیں:

> عوام کی زبان یعنی کھڑی بولی جس پر اردو کی بنیاد ہے، اس قدر محدود تھی کہ اگر اس میں فارسی عنصر شریک نہ ہوتا تو وہ کبھی علم وادب کے کوچے سے آشنا نہ ہوتی اور اس وقت جو اردو میں اظہار خیال کے نئے نئے ڈھنگ پیدا ہو گئے ہیں، وہ ان سے محروم رہتی۔(18)

اگرچہ یہ بات مولوی عبدالحق نے فارسی الفاظ کی شمولیت کے اعتبار سے کی ہے لیکن صرف فارسی ہی نہیں دیگر زبانوں کے الفاظ بھی اردو کا حصہ بن کر اظہار میں ندرت کا سبب بنتے ہیں۔ آج جس قدر انگریزی الفاظ اردو میں شامل ہیں وہ اہل زبان کے خیالات اور جذبات کی بہتر ترجمانی کرتے ہیں انگریزی مترادفات کا استعمال انداز بیاں کو منفرد اور دلکش بناتا ہے۔ مترادف الفاظ بات کی مختلف زاویوں سے وضاحت کرتے ہیں۔ اپنی زبان کے بعض الفاظ دقیق ہوتے ہیں بعض بہت کم

مستعمل ہوتے ہیں اس کیفیت یا خیال کے بیان کے لیے اپنی زبان سے لفظ تلاش کرنا گفتگو کی روانی کو متاثر کرتا ہے لہٰذا دوسری زبانوں کے الفاظ سے کام لیا جاتا ہے یہاں منصور علی خان کے ایک ویلاگ سے کچھ انگریزی الفاظ، مرکبات، محاورات اور اصطلاحات درج کی جارہی ہیں جن کے استعمال سے اور کوڈ سوئچنگ سے وہ روانی اور دلکشی سے اپنی بات بیان کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آل ریڈی، پارٹی گائیڈ لائن، آن ڈیمانڈ، سافٹ کارنر، بائے داوے، ایزیچ، وٹ ڈویو مین، سکرین شاٹ، بیل آئیکن، بار، میڈیا، سٹوری، فکسڈ میچ، پارلیمنٹیرین، پریشر، پرفارم، کنٹروورسی، شیئر، ڈسکشن، نوٹس، آپشن، واٹس اپ چیٹ، شو، کوریج، جیل، پولیس (19)

کوڈ سوئچنگ نہ صرف انداز بیاں میں نیا پن پیدا کرتا ہے بلکہ اظہار میں سہولت بھی پیدا کرتا ہے۔ عالم گیریت اور سوشل میڈیا کے سبب انگریزی الفاظ و مرکبات، ٹیگز اور ماڈل ایکسپریشن کی بڑی تعداد اردو بول چال کا حصہ ہے، زبان بولنے والوں کے لیے موجود اشیا کے اسما اور علمی اصطلاحات کے اردو متبادلات تلاش کرنے کی بجائے من و عن انگریزی اسماو اصطلاحات استعمال کرنا زیادہ سہل عمل ہے۔ اس سے روانی متاثر نہیں ہوتی اور نہ ہی متبادلات کی تلاش کے تردد سے گزرنا پڑتا ہے۔ امریکن یونیورسٹی الیناؤس ویسلیان (Illinois Wesleyan IUU) کی سکالر سوسان پولارڈ (Susan Pollard) نے کوڈ سوئچنگ کے فوائد کی وضاحت ایک مثال سے کچھ یوں بیان کی ہے:

> جن طلبہ کو کلاس روم میں کوڈ سوئچ کرنے کی اجازت ہے وہ اپنے ہم جماعتوں اور اساتذہ کو موضوع کے بارے میں اپنا علم پہنچانے کے قابل ہوتے ہیں۔ جن کلاس رومز میں کوڈ سوئچنگ کی اجازت نہیں تھی یا سمجھا نہیں جاتا تھا، بچے اکثر جملے کے دوران خود کو روک لیتے تھے یا کہتے تھے کہ وہ کسی سوال کا جواب نہیں جانتے، شاید وہ جواب جانتے تھے لیکن الفاظ کی کمی تھی۔(20)

ملائشیا کی یونیورسٹی ٹیکنالوجی مارا (Technology MARA) کے انگریزی ڈیپارٹمنٹ کے سکالر ادلان اسرف (Adlan Asyraff) نے کوڈ سوئچنگ کو اظہار میں سہولت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ "روزانہ کی بات چیت میں کوڈ سوئچنگ کا اطلاق لوگوں کو اس طرح اظہار کی آزادی دیتا ہے جس طرح وہ بات کرنے میں آسانی محسوس کرتے ہیں۔"(21)

انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات کا دائرہ صرف ان الفاظ تک محدود نہیں ہے جو اردو میں داخل ہو چکے ہیں بلکہ انگریزی کے جملے اور لفظ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ادا کرنا یعنی انگریزی کوڈ سوئچنگ بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ رمیز راجا کے کرکٹ پہ کیے گئے ایک وی لاگ سے کچھ انگریزی الفاظ، اصطلاحات اور مرکبات کو یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ انگریزی

کوڈ سوئچنگ کے سبب اردو زبان میں آنے والی روانی، ذخیرہ الفاظ کی وسعت اور اظہار کی ندرت کا کچھ پتہ چل سکے۔ ففٹی ففٹی، فائٹ بیک، وکٹ ٹو وکٹ، ٹرننگ پوائنٹ، پلس مومنٹ آف میچ، مڈل اوور، ہیٹرک، لیفٹ آرم سپنر، گوگلی، ڈرائیو، اینی وے، سلپ، فیلڈر، پچ، کوالیفائی، ریکارڈ اور کریکٹر (22) اگر رمیز راجا تبصرے کے دوران اوپر بولے جانے والے الفاظ کے اردو متبادلات تلاش کرتے تو کیا وہ اپنی روانی بر قرار رکھ سکتے تھے؟ ان الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات کے استعمال سے تبصرہ کرنے میں سہولت پیدا ہوئی اور ان میں کوئی ایک ایسا لفظ بھی نہیں جو کرکٹ میں دلچسپی رکھنے والا عام ذہنی سطح کا کوئی انسان سمجھ نہ سکے۔

ج: عالمی زبان انگریزی سیکھنے میں سہولت

زبان کے صرفی و نحوی ڈھانچے کی مرکزیت اپنی جگہ لیکن کسی بھی زبان کا ذخیرہ الفاظ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس قدر اس کا ذخیرہ الفاظ وسیع ہو گا اس قدر گفتگو وسیع ہو گی۔ قواعد جاننے کی ضرورت بعد میں پیش آتی ہے پہلے کسی زبان کے الفاظ سے واقفیت کا ہونا لازم ہوتا ہے۔ محض قواعد جاننے سے زبان نہیں آجاتی بلکہ قواعد تو زبان کو درست حالت میں بولنے کی تربیت کرتے ہیں وہ زبان جو کسی نہ کسی صورت میں آپ کو پہلے آتی ہوتی ہے۔ اردو زبان کے ماہرین عموماً زبان سیکھنے کی چار مہارتیں بیان کرتے ہیں یعنی سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا۔ کچھ ماہرین کے مطابق زبان سیکھنے کی پانچ مہارتیں ہیں جیسا کہ ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی نے اپنی کتاب "اردو درس و تدریس" میں بیان کی ہیں۔ سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا اور قواعد۔ (23) گویا قواعد پانچویں نمبر پہ ہیں۔ اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ زبان سیکھنے کے لیے الفاظ کے ذخیرے کا وسیع ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی زبان کے الفاظ کی خاصی تعداد سے آپ واقف ہیں تو بنیادی نوعیت کی معمولی سی گرامر سیکھ کر آپ اس زبان میں کچھ نہ کچھ کلام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

اردو زبان میں جس قدر انگریزی الفاظ، مرکبات، محاورات، ٹیگز اور ایموٹو ایکسپریشنز استعمال ہو رہے ہیں ان کے بل پر انگریزی زبان بولنا اور سیکھنا کوئی دشوار عمل نہیں ہے۔ منتخب وی لاگز میں سے کچھ اردو میں بولا جانے والا انگریزی حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے سے اردو بولنے والے عوام بخوبی واقف ہیں اور روزانہ کی بات چیت میں وہ انگریزی الفاظ و مرکبات عموماً استعمال کرتے ہیں۔ مرکبات و محاورات میں ٹیک داوِن، ملٹری لینگوئج، ٹٹ فار ٹیٹ، سائبر اٹیک، گریٹ گیم، گرین سگنل، ہوپ فار دا بیس، انٹرنیشنل مارکیٹ، پائپ لائن، سائیڈ ایفیکٹ، بلیک مارکیٹ؛ (24) پرسنل ایشو، کاز اینڈ ایفیکٹ، آوٹر

ریلٹی،انر ریلٹی،نو وے آؤٹ،ایز اٹ ایسپٹ؛(25)ایکٹ آف ٹیررزم، ہیومن رائٹس،ان بوتھ کیسز،بٹ ٹو تھنگز؛(26)رول اینڈ ریگولیشنز،ٹرکی کویسچن،کلیئر کٹ،سٹائل آف ڈیبیٹ،انٹر نیشنل کمیونٹی ؛(27)ٹف ٹائم،بیٹنگ کنڈیشن،پلس پوائنٹ اور ہیٹنگ پاور(28)ٹیگز اور ایموٹو ایکسپریشنز میں اٹس اوکے؛(29)آئی ڈونٹ تھنک سو،وائے ناٹ، ایز انٹ دیٹ؛(30)ڈیٹس اوور، آئی ڈونٹ نو، ناؤ آل دیٹ، پلیز، تھینک یو(31)اصطلاحات میں سٹرکچرل ازم،مارکس ازم،کلوز ریڈنگ؛(32)ماڈرن ازم،ریلیزم، نیشنلزم،رومینٹیسزم،اسبرڈزم، پلے،کالونیلزم،امپیریلزم؛(33)تھمب نیل، ریسزم،کلائیمیٹ چینج(34)

یہاں چند اصطلاحات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی زیادہ تر ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایسے ہی ہر شعبے مثلاً سائنس، تاریخ، مذاہب، سوشل میڈیا، کھیل اور مختلف کاروبار زندگی کی اصطلاحات اور مختلف محکموں کے جارگنز انگریزی زبان میں ہیں جو عام استعمال میں آتے ہیں۔ اسی طرح اسماء، مرکبات اور ٹیگز وغیرہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ عالم گیریت، سوشل میڈیا، کاروبار کے ذرائع اور ہمارے تعلیمی نصاب کے باعث انگریزی زبان کا ایک بڑا ذخیرہ اردو میں مستعمل ہے اردو سے انگریزی کوڈ مکسنگ زیادہ ہوتی ہے اس لیے اردو بولنے والوں کے لیے انگریزی زبان سیکھنا زیادہ مشکل عمل نہیں بہت معیاری انگریزی نہ سہی بول چال کی حد تک تو عام آدمی بھی انگریزی سیکھ سکتا ہے۔ عالمی زبان انگریزی پہلی دنیا کی طاقتور ترین ممالک کی زبان ہے۔ جو معاشرتی، عسکری اور علمی حوالے سے باقی دنیا سے زیادہ آگے اور مضبوط ہیں۔ انھی ممالک کے پوری دنیا پر اثرات ہیں خاص کر تیسری دنیا کے ممالک پر انگریزی بولنے والی طاقتوں کے اثرات زیادہ گہرے ہیں۔ سرمایہ داریت کا ایک جال ہے جگہ جگہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جن کے ہاتھ روزگار ہے۔ دوسری طرف ڈیجیٹل دنیا ہے آن لائن کام ہے دونوں صورتوں میں پہلی یہ کہ آپ کے ملک میں کمپنیاں ہوں یا دوسری صورت میں آپ آن لائن کمپنی کے پروجیکٹس پر کام کریں آپ کو انگریزی زبان سے ایک حد تک واقفیت ہونی چاہیے۔ اردو بولنے والوں کے لیے بنیادی انگریزی جاننے میں سہولت ہے کہ اردو میں دخیل انگریزی الفاظ و مرکبات ان تک ان کی زبان کا حصہ بن کر پہلے ہی پہنچ چکے ہیں گویا انگریزی سے بنیادی واقفیت کی بنا پر روزگار کے مواقع بھی بڑھ جاتے ہیں۔

د: جدید علوم سے مطابقت

بڑی زبان وہی ہوتی ہے جس میں علم زیادہ ہو اور علم اس زبان میں زیادہ ہوتا ہے جو حکمران طبقے کی زبان ہوتی ہے جسے حکومتی سرپرستی حاصل ہوتی ہے جس میں روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے موجودہ زمانے میں انگریزی ایک بڑی اور وسیع ترین زبان ہے جس میں علم کا ذخیرہ بے پناہ ہے۔ جدید ترین سائنسی تحقیقات، معاشی و معاشرتی ترقی اور دیگر سماجی علوم کا ذخیرہ انگریزی میں ہے۔ ایک تو انگریز قومیں یہی ایجادات کر رہی ہیں اور ان علوم کو بڑھا رہی ہیں دوسرا کسی بھی دوسری زبان والے کوئی علمی کارنامہ سرانجام دیں تو وہ بھی سب سے پہلے انگریزی زبان میں ترجمہ ہوتا ہے کہ وہی عالمی رابطے کی زبان ہے۔ دوسری طرف اردو زبان کے کل ذخیرے کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اردو میں ادب اور مذہبی علوم کا ذخیرہ تو وسیع ہے لیکن سماجی اور سائنسی علوم سے اردو کا دامن تہی ہے جبکہ جدید دنیا سائنس کی ہے انٹرنیٹ کی ہے اور مصنوعی ذہانت کی ہے۔ یہاں عالمی زبان اور دیگر زبانوں میں ایک نمایاں بلکہ غیر معمولی فرق واضح ہوتا ہے۔ دیگر زبانوں سے مراد وہ تمام زبانیں جو عالمی زبان سے علمی وسعت کے اعتبار سے کم ہیں۔ تیسری دنیا کے ممالک کی زبانیں خصوصاً اس میں شمار ہوتی ہیں ڈاکٹر مبارک علی کے بقول:

> انگریزی دان طبقہ اس ملک پر حکومت کر رہا ہے چونکہ انگریزی زبان میں مسلسل علمی اضافہ ہو رہا ہے، اس لیے اس زبان کے جاننے والے اس تک پہنچ رکھتے ہیں، جبکہ اردو اور علاقائی زبانیں اس سے محروم ہیں، اس لیے ان کے بولنے والے مقابلتاً کم علم اور دنیا کی تیز رفتاری سے ناواقف ہیں۔ (35)

تمہیدی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جدید علوم سے واقفیت کے لیے انگریزی زبان پر دسترس حاصل ہونی چاہیے۔ نکتہ یہ ہے کہ انگریزی کے اردو زبان پر بڑھتے ہوئے گہرے اثرات اردو دان طبقے کو انگریزی سے اس قدر قریب کر رہے ہیں کہ وہ ایک حد تک اپنی علمی ضرورتیں مکمل انگریزی سیکھے بغیر بھی پوری کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی کی جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے وہ کتاب 2005 میں شائع ہوئی تھی آج 20 برس بیت چکے ہیں ان 20 برسوں میں ایسی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ اردو زبان کے ذخیرے میں انگریزی زبان کثرت سے سرائیت کر گئی ہے جس سے اردو بولنے والے اپنی علمی ضرورت بڑی حد تک بڑی سہولت سے پوری کر سکتے ہیں۔ ان 20 برسوں میں سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور مصنوعی ذہانت کا استعمال عام آدمی کی دسترس میں آیا ہے اور گلی محلوں میں لوگ انگریزی زبان کے اسماء، اصطلاحات اور جملے بڑی روانی سے اردو زبان میں استعمال کرنے لگے۔ مقالے کے اسی باب کے گزشتہ قائم کردہ عنوانات کے تحت لکھے گئے

مضامین میں جس قدر منتخب ویلاگز میں سے انگریزی الفاظ و مرکبات، محاورات، اصطلاحات، ٹیگز، ایکسپریشنز اور انگریزی جملے درج کیے گئے ہیں وہ اور ان جیسے کئی اور الفاظ و مرکبات اور محاورات کے اردو میں عام استعمال کو دیکھتے ہوئے یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ اردو بولنے والے اب بہ سہولت جدید علوم جو کہ انگریزی میں ہیں انھیں کافی حد تک سمجھنے اور ان سے واقف ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں مقالے کی گزشتہ مضمون میں مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے کہ انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات کے نتیجے میں انگریزی سیکھنا زیادہ مشکل نہیں لہٰذا جب بنیادی انگریزی سیکھ لی جائے تو جدید علوم سے واقف ہونے میں کیا دقت ہو سکتی ہے؟ کون ہے جو اس عہد میں انٹرنیٹ اور مصنوعی ذہانت کے سرچ انجن سے انگریزی میں کام نہیں لے رہا؟ زندہ اور آزاد زبان اپنی ضرورتیں خود پوری کرتی رہتی ہے۔ اردو زبان میں دوسری زبان سے الفاظ لے کر اپنی کمی پوری کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ وقت کے تقاضے بدلتے ہیں نئی ایجادات ہوتی ہیں علمی ذخیرے میں اضافہ ہوتا ہے تو زبان تبدیلیوں کو قبول کرتی ہے اردو بھی آج انگریزی سے میل جول بڑھا کر اپنی علمی پیاس بجھا رہی ہے۔ مولوی عبدالحق کے مطابق:

> مخلوط زبان میں ہوتا یہ ہے کہ غیر زبان جو کسی قوم کو سیکھنی پڑتی ہے، مخلوط نہیں ہوتی بلکہ اس کی اپنی زبان غیر زبان کے میل سے مخلوط ہو جاتی ہے، بعینہ یہی حال مسلمانوں کے آنے کے بعد ہوا۔ فارسی مخلوط نہیں ہوئی بلکہ مقامی زبان فارسی سے مخلوط ہو کر ایک نئی زبان بن گئی۔(36)

مولوی عبدالحق کی اس رائے سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ جو زبان سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اس سے آپ کی زبان رابطہ بڑھاتی ہے اور اس کے اثرات قبول کرتی ہے دوسرا یہ کہ اگر کسی زبان کے اثرات ایک حد سے بڑھ جائیں تو نئی زبان بھی وقوع پذیر ہونے لگتی ہے۔ مولوی صاحب نے فارسی کی مثال دی کہ اس کے آنے سے یہاں کی مقامی زبان اپنے خدوخال نمایاں کرتے کرتے ایک بڑی زبان اردو کہلائی۔ آج اردو زبان اپنی ضرورتیں انگریزی سے پوری کر رہی ہے یہ اثرات اتنے گہرے ہیں کہ بعض لوگ ایک نئی زبان کی پیشن گوئیاں بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور اس زبان کا نام 'اردش' بتاتے ہیں۔ ہم کسی نئی زبان کی طرف نہ بھی جائیں تو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اردو زبان نے انگریزی سے اپنا دامن اتنا مالامال کر دیا ہے کہ اردو بولنے والے جدید علوم سے بہ آسانی واقف ہو جاتے ہیں۔ اردو بول چال پر انگریزی کے اثرات سے جدید علوم سے مطابقت پیدا ہونے کے امکانات واضح ہوتے ہیں۔ پروفیسر ممتاز علی کے ایک ویلاگ کا چھوٹا سا حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے جو "ماڈرن ڈراما" سے متعلق ہے۔

اس دوران میں جو تبدیلیاں آ رہی تھیں جو جتنی پراگریس تھی جتنی پروگریشن پولیٹیکل ہو اس کے علاوہ سوشل، اکنامک، مورل، ریلیجیس، ایتھیکل، سائیکولوجیکل، ریلیسٹک تمام لیولز پر جو تبدیلیاں آ رہی تھیں ان سب کو ڈی پکٹ کرتا ہے آپ کا ماڈرن ڈراما۔ چونکہ ماڈرن ازم جو ہے وہ چیزوں کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ everything must be questioned اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کے جتنے بھی نظام ہیں ان کو جب کوسچنڈ کیا جاتا ہے تو آپ کے لیے مختلف طرح کے پرابلمز پیدا ہوتے ہیں۔ جب پرابلمز پیدا ہوتے ہیں تو ان پرابلمز کو ڈی پکٹ کرنے کے لیے اگر آپ ڈرامے کا یوز کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں پرابلم پلیز (37)

اب اگر اتنے انگریزی الفاظ، اصطلاحات اور جملے اردو بول چال میں استعمال ہو رہے ہیں تو جدید ڈراما کے بارے میں براہ راست انگریزی میں مطالعہ کرنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے؟ تھوڑی سے بنیادی قواعد سے واقفیت ہو تو یہ آسانی انگریزی زبان میں جدید ڈراما کو پڑھ کر سمجھا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ کچھ الفاظ کے لغت میں معنی دیکھنے پڑیں گے اسی طرح دیگر ادبی، سماجی اور سائنسی علوم سے بھی واقفیت ممکن ہے۔

ہ: ثقافتوں میں تبادلہ اور عالمی تعلقات میں بہتری

جن زبانوں پر انگریزی کے اثرات گہرے ہیں یعنی جن زبانوں میں انگریزی کے الفاظ زیادہ ہیں انگریزی مرکبات، اصطلاحات اور ایکسپریشنز ایک معقول تعداد میں ان زبانوں میں بولے اور سمجھے جاتے ہیں وہ زبانیں بولنے والے افراد انگریزی طبقے سے میل ملاقات بڑھانے میں زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں۔ اردو بھی ایک ایسی ہی زبان ہے جس کی بول چال میں انگریزی کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اردو بولنے والے دوسرے ممالک میں جائیں یا انگریزی بولنے والے سیاح یہاں سیر و تفریح کے لیے آئیں دونوں صورتوں میں اردو بولنے والے اس قابل ہیں کہ انگریزی طبقے سے بات چیت کر سکیں ان کی ثقافت کو کچھ حد تک سمجھ سکیں اس میں جو ٹیگز اور ایکسپریشنز انگریزی اسماء اور اصطلاحات اردو بول چال میں مستعمل ہیں وہ مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ نہ صرف غیر رسمی گفتگو ہو سکتی ہے بلکہ سیاسی و سماجی، سیاسی و صحافتی، ثقافتی اور سائنسی موضوعات پر بھی کچھ نہ کچھ گفتگو ممکن ہے ان موضوعات کو بھی سمجھا اور جانا جا سکتا ہے۔ مثلاً سیاسی اور صحافتی معاملات میں انگریزی کے کئی اسماء، مرکبات اور اصطلاحات اردو بول چال میں استعمال ہوتی ہیں جیسا کہ کیبنٹ، میٹنگ، پولیٹیکل فیس، پارٹی، میڈیا، لائر، فوکل پرسن، وکٹم، انفارمیشن، سیٹ، ٹارگٹ، پریس کانفرنس، اسٹیبلشمنٹ، بیورو چیف، چیف منسٹر، آئس

بریک، کونسل؛(38) ووٹ، اسمبلی، ہائی کورٹ، جیوڈیشنل کمیشن، لارجر بینچ، اپیل، رپورٹرز(39) اسی طرح سائنسی موضوعات میں مٹیریل، سپیس، ایلیمنٹ، پلینٹ، پیپر، گلیکسی، ویکیوم، ڈی ٹریکٹر، ریسرچ، گریوٹیشنل ایفیکٹ، سائنٹیفک کمیونٹی؛(40) ٹیلی سکوپ، فوٹونز، ٹیکنالوجی، ڈیٹا، امیج، ریزولیوشن، پارٹیکل، پیرامیٹر اور ڈائامیٹر (41) کھیلوں میں میچ، فائنل، ورلڈ کپ، ٹورنامنٹ، چانس، مڈل اوور، بیٹنگ آرڈر، کیپٹنسی، ہٹ، پلیئر، گراؤنڈ(42)

اسی طرح تاریخ، مذہب، ادب، فیشن اور دیگر موضوعات اور معمولات میں انگریزی کا اثر و رسوخ ہے اس باب کے پچھلے مضامین میں کئی ٹیگز، ایکسپریشنز، اصطلاحات اور مرکبات کا ذکر کیا گیا ہے جو اردو رسمی بول چال کا حصہ ہیں جن کی بدولت انگریزی طبقے سے ہم کلام ہونا ان کی ثقافت سمجھنا اور ان سے میل ملاقات بڑھانا قدرے آسان ہے۔ سن جوس سٹیٹ یونیورسٹی (San Jose State University) امریکا سے منسلک ماہر لسانیات پروفیسر ڈاکٹر پیٹر ماسٹر اپنے تحقیقی مضمون "positive and negative aspects of the dominance of English" میں انگریزی کے بڑھتے ہوئے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں:

> اگرچہ منفی پہلو غالب ہو سکتے ہیں لیکن انگریزی کے غلبے کے مثبت مضمرات بھی ہیں۔ ان میں بین الاقوامی ذمہ داریوں کی قبولیت ، مفید معیارات کی ترتیب اور خفیہ پیشہ ورانہ زبان اور انفرادی غیر پیشہ ورانہ رسائی کے درمیان ایک ذریعہ کے طور پر کام شامل ہیں۔(43)

عالمی دنیا سے ربط بڑھانے کے لیے اور ان کی ثقافت سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے انگریزی کے دوسری زبانوں پر پڑنے والے اثرات کارآمد ثابت ہوتے ہیں ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ ایک زبان کے اس قدر غلبے سے منفی اثرات زیادہ جنم لیتے ہیں آپ کی اپنی ثقافت اور زبان کو کسی نہ کسی درجے پر نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ماہرین زبان اور زبان کے طلباء کا یہ بھی ماننا ہے کہ عالمی زبان کے اثرات سے آپ کے عالمی تعلقات میں بہتری آتی ہے اور ثقافتوں کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ ملائشیا یونیورسٹی کے انگریزی ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھنے والے سکالر ادلان اسرف (Adlan Asyraff) نے اپنے تحقیقی مضمون میں اس ضمن میں لکھا:

> کوڈ سوئچنگ تعلیم سے لے کر کارپوریٹ دنیا تک ہر شعبے میں بین الثقافتی مواصلات کا ایک مربوط نیا طریقہ بن گیا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کہ اگر مناسب طریقے سے استعمال کیا جائے تو کوڈ

سوئچنگ ایک طاقتور نفسیاتی ذریعہ ہو سکتا ہے ۔ ہر زبان چاہے وہ فرانسیسی ہو جاپانی ہو یا انگریزی ، ایک پیغام ہے اور سب سے اہم حصہ یہ ہے کہ اسے پہنچایا اور سمجھا جائے۔(44)

کثیر لسانی معاشروں میں کوڈ سوئچنگ ایک دوسرے کی تہذیب و معاشرت سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔عالم گیریت اور سوشل میڈیا کے اس عہد میں پاکستان میں دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی شامل ہے جو اسے کثیر لسانی معاشرہ بناتی ہے۔کثیر لسانی معاشرے میں کوڈ سوئچنگ کی اہمیت کے حوالے سے سنتھیا فورٹلیج(Synthia Fortlage) کہتی ہیں:

کوڈسوئچنگ، بولنے والوں کو دوسروں کے ساتھ زیادہ مؤثر طریقے سے بات چیت کرنے میں مدد کر سکتی ہے جو مختلف زبانیں یا بولیاں بولتے ہیں خاص طور پر کثیر لسانی برادریوں میں ، کوڈسوئچنگ لوگوں کو مختلف برادریوں اور سماجی حالات میں زیادہ قریب آنے میں مدد کر سکتی ہے کیونکہ یہ مختلف ثقافتوں کے ساتھ مشغول ہونے اور سمجھنے کی آمادگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔(45)

الیگزینڈر چیملا (Alexandre Chemla) عالمی زبان کے ثقافتوں کے مابین تعلقات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ایک عالمی زبان مختلف ثقافتوں کے درمیان بات چیت کی اجازت دیتی ہے۔ زبان ہمیشہ ثقافتی شناخت کا مرکز رہی ہے۔ ایک عالمی زبان مواصلاتی رکاوٹوں کو ختم کرتی ہے اور افراد کو ایک دوسرے کی ثقافتوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہے ۔(46)

درج بالا حوالوں اور مثالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انگریزی کے بول چال پر پڑنے والے اثرات اردو کے ذخیرے کو وسیع کر رہے ہیں جس سے انگریزی زبان کی سدھ بدھ اردو بولنے والوں کو حاصل ہو رہی ہے۔انگریزی زبان سمجھنا اور انگریزی طبقے سے روابط بڑھانا قدرے سہل ہے۔عالمی برادری سے تعلقات انگریزی معاشروں کی ثقافت سے واقفیت اور ثقافتی تعلقات بہتر اور مضبوط ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

مجموعی طور پر اس باب میں منتخب ویلاگز سے اردو سے انگریزی کوڈ سوئچنگ اور انگریزی کے اردو میں مستعمل الفاظ و مرکبات، ٹیگز، ایکسپریشنز اور اصطلاحات کی مثالیں دے کر اور ماہرین کی آرا کی روشنی میں موضوع کو پرکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ انگریزی اردو بول چال پر مختلف نوعیت کے مثبت اثرات رکھتی ہے۔جیسا کہ اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا یعنی جہاں جہاں اردو زبان کو کسی شے یا کیفیت کے لیے لفظ درکار ہے وہاں لفظ مہیا کرنا اور نئے نئے مترادف الفاظ کا اردو

زبان کا حصہ بننا۔ دوسرا مثبت اثر انگریزی کا اردو بول چال پر یہ ہے کہ اس سے اظہار میں ندرت اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔ ندرت اس طرح کے انگریزی زبان کے الفاظ اردو زبان کے الفاظ کے مترادف کے طور پر اردو کا حصہ بنے ہیں ان کے استعمال سے اظہار میں نیا پن پیدا ہوتا ہے اور معنی بھی مزید واضح ہوتے ہیں کیونکہ مترادفات من و عن وہی معنی نہیں رکھتے جس لفظ کی جگہ استعمال ہو رہے ہوتے ہیں بلکہ کچھ نہ کچھ مختلف اور وسیع معنی بھی رکھتے ہیں۔ اظہار میں سہولت کہ آج جتنی ایجادات ہو چکی ہیں سرمایہ دارانہ ادارے اور سوشل میڈیا جس قدر عام ہو چکے ہیں اگر تمام اشیا کے نام اردو میں سوچنا شروع کر دیے جائیں تو بات کرنا مشکل ہو جائے کیونکہ انگریزی اشیا و ایجادات اس قدر اس معاشرے میں سرایت کر چکی ہیں کہ ان کے نام کے استعمال کے بغیر بات کرنا محال ہے اردو انگریزی زبان کے الفاظ قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لیے دوران گفتگو بڑی روانی سے انگریزی اسماء کو اردو بول چال میں ادا کر دیا جاتا ہے۔ تیسرا مثبت اثر یہ ہے کہ اردو دان طبقے کو انگریزی زبان سیکھنے میں سہولت ہے کیونکہ وہ پہلے ہی انگریزی الفاظ کا ایک ذخیرہ رکھتے ہیں جو اردو زبان میں پیوست ہو کر اس تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں میں خواہ وہ اس ملک میں ہوں یا بیرون ملک خواہ آن لائن کام ہو یا کمپنی میں جا کر کوئی بھی صورت ہو انگریزی سے کچھ واقفیت کی بنا پر جو اردو کے سبب ہوتی ہے روزگار حاصل کرنے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات کے نتیجے میں عالمی تعلقات میں بہتری آتی ہے اور ثقافتی تعلقات کو بہتر کرنے کے امکانات بڑھتے ہیں نیز جدید علوم سے مطابقت پیدا کرنے میں بھی انگریزی کا اہم ہاتھ ہے کیونکہ کھیل، تاریخ، مذہب، صحافت، سائنس اور دیگر سیاسی و سماجی علوم سے متعلق کئی انگریزی الفاظ و مرکبات اور اصطلاحات اردو بول چال کا حصہ بن چکی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ محمد شیر از دستی، محمد نعمان، بی بی امینہ، لیاقت اقبال، لسانیات ایک جامع تعارف، اکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، اشاعت 2022ء، ص106

2۔ سوزین رومینی، لینگوتج اِن سوسائٹی، اَین انٹروڈکشن ٹو سوشولنگوسٹکس، اکسفرڈ یونیورسٹی پریس، اشاعت 2000ء، ص58

Various grammatical principles have been proposed for switching such as the one called 'the equivalence constraint', which predicts that code switches will tend to occur at points where the juxtaposition of elements from the two languages does not violate a syntactic rule of either language. Switching should occur at points where the surface structures of the two languages map onto each other. This means that a language switch ought to take place only at boundaries common to both languages, and switching should not occur between any two sentence elements unless they are normally ordered in thesame way.

3۔ ایضاً، ص55

4۔ ایضاً، ص57

The kind of 'mixed' speech found in (1) is quite common in the Panjabi/ English bilingual community in Britain, where contact with English is so intense, especially among the younger generation, that many fear the language will be lost in the future. This anxiety is widely shared by members of many other minority language communities. It has often been said that bilingualism is a step along the road to linguistic extinction. It is

not hard to find cases where language death is preceded by bilingualism and extensive codeswitching.

5۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

https://www.madarisweb.com/ur/articles/4801

6۔ طارق مسعود، مفتی، ویلاگ (قیامت کا میزان پُل صراط کیسے اور کہاں لگے گا؟)، 7 مئی 2024ء

https://youtu.be/Q36M9yNHv70?si=3KhRt2wkKj1E8

7۔ مولوی عبدالحق، زبانیں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو کر اپنا ذخیرہ الفاظ وسیع کرتی ہیں، برقی مجلہ انقلاب، فروری 2024ء

https://www.inquilab.com/features/articles/urdu-literature-languages-%E2%80%8B%E2%80%8Bexpand-their-vocabulary-by-incorporating-words-from-other-languages-55115

8۔ طارق مسعود، مفتی، ویلاگ (کیا بخاری شریف میں میوزک کو حلال کہا ہے؟)، 4 مئی 2024ء

https://youtu.be/78ZdFLjn3D8?si=z-3zvn7NtrWpfZlM

9۔ مسعود راجا، ڈاکٹر، ویلاگ (کیا اردو شاعری انگریزی شاعری سے کمتر ہے؟)، 28 مارچ 2024ء

https://youtu.be/1MomB8nFDTw?si=J3xM-obCFHGsBpmt

10۔ محمد بن عمر، اردو میں دخیل یورپی الفاظ، کتاب خانہ عابد روڈ، حیدر آباد دکن، اشاعت بار اول 1955ء، ص 8

https://www.rekhta.org/ebooks/detail/urdu-me-dakheel-europi-alfaz-mohammad-bin-umar-ebooks?lang=ur

11۔ اشتیاق احمد، ڈاکٹر، ویلاگ (Saudi Arabia Supports India's UN...)، 22 فروری 2024ء

https://youtu.be/EVIT2y3pPck?si=IqXKKs9rKjB9zygx

12۔ فیصل وڑائچ، ویلاگ (Gaza Israel Conflict 18)، 10 اپریل 2024ء

https://youtu.be/yyfRXLhzl4Q?si=NsdljznLTvAiIruk

13۔ ممتاز علی، پروفیسر، ویلاگ (What is secularism)، 14 جولائی، 2023ء
https://youtu.be/kEjBthGThYI?si=x-w5Q0RtP_FnDSCu
14۔ ممتاز علی، پروفیسر، ویلاگ (Women's Writing & F-kvjNsm)، 3 مارچ 2024ء
https://youtu.be/RYXK-uMwE8E?si=JODQiX8dO4F-kvjN
15۔ مسعود راجا، ڈاکٹر، ویلاگ (ادبی جائزہ)، 4 فروری 2024ء
https://youtu.be/7gf5ylDDqh4?si=KaMrguPe91zndxw9
16۔ رمیز راجا، ویلاگ (Last Ball Thriller)، 12 مارچ 2024ء
https://youtu.be/jgcIbhrHubw?si=r1tS57RXyANxuLyP
17۔ منصور علی خان، ویلاگ (Out Imran With Ex Gen)، 4 مئی 2024ء
https://youtu.be/EKWCPomqzms?si=AKuryK5XXRD_76c7
18۔ مولوی عبدالحق، زبانیں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو کر اپنا ذخیرہ الفاظ وسیع کرتی ہیں، برقی مجلہ انقلاب، فروری 2024ء
https://www.inquilab.com/features/articles/urduliteraturelanguages%E2%80%8B%E2%80%8Bexpand-their-vocabulary-by-incorporating-words-from-other-languages55115
19۔ منصور علی خان، ویلاگ (King of the Jungle)، 19 اپریل، 2024ء
https://youtu.be/02VC8YntSfo?si=Bu0OKBtAAdOvm-Q2
20۔ سوسان پولارڈ، دی بینیفٹ آف کوڈ سوئچنگ وِدِان آ بائیلنگول ایجوکیشن پروگرام، الینائس ویسلیان یونیورسٹی، 2002ء
https://digitalcommons.iwu.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1002&context=hispstu_honproj

Students who are allowed to code switch in the classroom are better able to convey their knowledge of subject matter to their classmates and teachers.

In the immersion classroom where code switching was not allowed or understood, children often stopped themselves mid-sentence or declared that they did not know the answer to a question (when perhaps they did know the answer but lacked the vocabulary.

21۔ادلان اسرف، لنگوسٹک کوڈ سوئچنگ: پروز اینڈ کونز، 31 جنوری 2023ء

https://intelek.com.my/linguistic-code-switching-pros-cons/

Applying code-switching in daily communication give people the freedom to express themselves in the way they see comfortable to speak.

22۔رمیز راجا، ویلاگ (Baber the run Machine)، 9مارچ 2024ء

https://youtu.be/sQdfcDQitIE?si=fqT39sBpPJRV0W_Y

23۔عزیز اللہ شیرانی، ڈاکٹر، اردو درس وتدریس، تیسرا ایڈیشن، گلوبل اردو کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، کے کے کمپلیکس، رام گنج بازار (راجستھان)، 2014ء، ص 23

24۔فیصل وڑائچ، ویلاگ (Iran israeel Clash)، 18اپریل 2024ء

https://youtu.be/GeC9pDVaD38?si=zUbhXZ5dd1KCTSY_

25۔ممتاز علی، پروفیسر، ویلاگ (Modern Drama)، 28اکتوبر 2023ء

https://youtu.be/U7D3pMJb0e4?si=9XmCyWY_c2TnUcQZ

26۔اشتیاق احمد، ڈاکٹر، ویلاگ (Saudi Arabia Supports India's UN...)، 22فروری 2024ء

https://youtu.be/EVIT2y3pPck?si=IqXKKs9rKjB9zygx

27۔منصور علی خان، ویلاگ (Donald Trump vs Joe Biden)، 24اکتوبر 2020ء

https://youtu.be/ae84_3hj2bI?si=U0NIjenr2mwxmEPF

28۔رمیز راجا، ویلاگ (dangerious bowling Attack by Pakistan)، 21اپریل 2024ء

https://youtu.be/BuEOJBCRAe0?si=n0jEfTMR8pp0-gSv

29۔ مسعود راجا، ویلاگ (تھیوری کا صحیح استعمال)،14 اپریل 2023ء

https://youtu.be/taL0Z4mAgEY?si=ojQLD97qItfHM0z9

30۔ اشتیاق احمد، ڈاکٹر، ویلاگ (Saudi Arabia Supports India's UN...)،22 فروری 2024ء

https://youtu.be/EVIT2y3pPck?si=IqXKKs9rKjB9zygx

31۔ اشتیاق احمد، ڈاکٹر، ویلاگ (The Establishment of A Hindu Temple In Abu Dubi)،16 فروری 2024ء

https://youtu.be/Uz_unTPD3jo?si=N1iTQNjkHDF1rAl4

32۔ مسعود راجا، ویلاگ (تھیوری کا صحیح استعمال)،14 اپریل، 2023ء

https://youtu.be/taL0Z4mAgEY?si=ojQLD97qItfHM0z9

33۔ ممتاز علی، پروفیسر، ویلاگ (Modern Drama)،28 اکتوبر 2023ء

https://youtu.be/U7D3pMJb0e4?si=9XmCyWY_c2TnUcQZ

34۔ منصور علی خان، ویلاگ (Donald Trump vs Joe Biden)،24 اکتوبر 2020ء

https://youtu.be/ae84_3hj2bI?si=U0NIjenr2mwxmEPF

35۔ مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، مزنگ روڈ لاہور، اشاعت 2005ء، ص 50

36۔ مولوی عبدالحق، زبانیں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو کر اپنا ذخیرہ الفاظ وسیع کرتی ہیں، برقی مجلہ انقلاب، فروری 2024ء

https://www.inquilab.com/features/articles/urduliteraturelanguages%E2%80%8B%E2%80%8Bexpand-their-vocabulary-by-incorporating-words-from-other-languages55115

37۔ ممتاز علی، پروفیسر، ویلاگ (Modern Drama)،28 اکتوبر 2023ء

https://youtu.be/U7D3pMJb0e4?si=9XmCyWY_c2TnUcQZ

38۔ جاوید چودھری، ویلاگ (Ali Amin Gandapur meets Crop Commander)،5 اپریل 2024ء

https://youtu.be/DbfSgOYVBiE?si=-OK36W35Z589mtNn

39۔جاوید چودھری،ویلاگ(imran Khan demands to open four constituencies)،7مئی2024ء

https://youtu.be/a_HAixrdqQg?si=8zc2npKcUah3YDFj

40۔عدیل امتیاز،ویلاگ(Does Dark Matter Exist)،8مئی2024ء

https://youtu.be/fCv586HFWqs?si=L3aODn1vn28lfV8R

41۔عدیل امتیاز،ویلاگ(How Scientist Calculate two Trilion Glaxies)،6مئی،2022ء

https://youtu.be/LQ8-P9rgkV8?si=8fRDrQyDh6t2l6Ne

42۔شعیب اختر،ویلاگ(Embarrasing Loss/ Pakistan is out of the asia Cup)،15ستمبر،2023ء

https://youtu.be/T8LdferdIPA?si=Q2UCR3A0XNCKhKbV

43۔پیٹر ماسٹر،پازیٹو اور نیگیٹو ایسپیکٹس آف ڈومیننس آف انگلش،ریسرچ گیٹ،ٹیسول(TESOL)،دسمبر1998ء

https://www.researchgate.net/publication/260354086_Positive_and_Negative_Aspects_of_the_Dominance_of_English

Although the negative aspects may predominate, the dominance of English also has positive implications. These include the acceptance of international responsibilities, the setting of useful standards, and the function as a medium between arcane professional language and individual nonprofessional access.

44۔ادلان اسرف،لنگوسٹک کوڈ سوئچنگ:پروز اینڈ کونز،31جنوری2023ء

https://intelek.com.my/linguistic-code-switching-pros-cons/

Codeswitching has become an integrated new way of intercultural communication in every domain, from education to corporate world. It is undeniable that codeswitching can be a powerful psychological tool when

used properly. Every language, whether French, Japanese, or English, is a message, and the most important part is that it is delivered and understood.

45۔ سینتھیا فورٹلیج، پاور آف لینگو یج: کوڈ سوئچنگ آ ڈبل ایجڈ سورڈ، 5 مئی 2023ء

https://www.linkedin.com/pulse/power-language-code-switching-double-edged-sword-cynthia-fortlage

Codeswitching can help speakers to communicate more effectively with others who speak different languages or dialects, especially in multilingual communities. Codeswitching can help people feel more included in different communities and social situations, as it can demonstrate a willingness to engage with and understand different cultures.

46۔ الیگزینڈر چیملا، دی ایڈوانٹیجز اینڈ ڈِس ایڈوانٹیجز آف دی گلوبل لینگویجز، 26 جولائی 2021ء

https://www.noslangues-ourlanguages.gc.ca/en/blogue-blog/langue-internationale-global-language-eng

A global language allows for communication between different cultures. Language has always been the focal point of cultural identity. A global language dismantles communication barriers and offers individuals a gateway to understanding one another's cultures.

باب سوم

انگریزی کے اردو بول چال پر منفی اثرات

کسی زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کا مرتب ہونا اور کسی زبان کا ختم ہو جانا کیا صرف فطری عمل ہے یا زبانوں کی شناخت مجروح کرنے اور زبانوں کو ختم کرنے کے لیے کسی منصوبہ بندی سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ ماہرِ لسانیات پروفیسر سکتناب کنگس کے بقول زبانوں کے خاتمے میں کوئی قدرتی عنصر نہیں ہوتا بلکہ اس مقصد کے لیے کوئی فعال محرک ہوتا ہے جو غیر فعال یا فعال زبانوں کو مارتا ہے یا مرنے دیتا ہے اگر زبان کے خاتمے کا محرک بننا غلط ہے تو کسی زبان کو مرنے دینا بھی غفلت ہے سکتناب کنگس لکھتی ہیں:

> زبانوں کی موت کا سبب بننے میں ایک ایجنٹ ملوث ہے ۔وہ ایجنٹ فعال یا غیر فعال ہو سکتا ہے (کسی زبان کو مرنے دینا یا زبان کو بچانے کی کوشش نہ کرنا بھی اس اقلیتی زبان کو مارنے کے مترادف ہے)۔ اس لیے زبانوں کا مرنا فطری عمل نہیں ہے۔ زبانوں کو اینتھروپومورفک انداز میں ، قدرتی عمر والے جانداروں کے طور پر نہیں مانا جا سکتا ۔ زبان کی موت کی وجوہات ہیں جن کی شناخت اور تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔(1)

سکتناب کنگس ان محرکات کی وضاحت کرتی ہیں جو زبانوں پر منفی اثرات یا ان کے خاتمے کا باعث بنتے ہیں وہ نو آبادیات کے دور کی مثال دیتی ہیں کہ کس طرح استعماری طاقتوں نے لسانی پالیسیاں تشکیل دے کر خاص زبانوں کو فروغ دیا اور مفتوح قوم کی زبانوں کو تج دیا انھوں نے فرانسیسی نو آبادیات اور برطانوی نو آبادیات کی مثال دی ہے ان کے بقول:

> لسانی پالیسیاں نو آبادیاتی اسلحہ خانے میں ایک اہم ہتھیار تھیں۔انھیں (لسانی پالیسیوں کو) خطے کی ثقافتوں اور زبانوں کی قربانی کی ضرورت تھی ۔ فرانسیسی کے مقابلے میں برطانوی سلطنت میں تعلیم کے ابتدائی مراحل میں مقامی زبانوں کی حیثیت کم تھی اور ابتدائی سالوں کے بعد انگریزی کے خصوصی میڈیم کے ذریعے تعلیم ایک نو آبادیاتی معاشرے میں کامیابی کی کلید تھی۔(2)

سکتناب کنگس نے یہاں ایک اہم بات کو زیرِ بحث لایا ہے وہ کہتی ہیں جب چھوٹی زبانوں یا معدوم ہوتی ہوئی زبانوں کے حق کے لیے بات کی جاتی ہے تو غالب زبانوں کی حمایت کرنے والا گروہ ہمیں کہتا ہے کہ چھوٹی زبانوں کا ناپید ہو جانا قدرتی عمل ہے آپ مثالیت پسندی کا شکار نہ بنیں اور ان زبانوں کے لیے اندھی ہمدردی محسوس نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چھوٹی زبانوں کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ سکتناب کنگس کہتی ہیں کہ غالب زبان سیکھنا اقلیتی زبان بولنے والوں کے لیے ایک نقصان دہ تجربہ ہے اور غالب زبانیں تو اقلیتی زبانوں کی قیمت پر پھیلتی ہیں ان کے الفاظ ہیں:

> غالب یا اکثریتی زبانیں اقلیتی یا چھوٹی زبانوں کی قیمت پر پھیلتی ہیں ۔ غالب زبانیں سیکھنا اکثر اقلیتی زبان بولنے والوں کے لیے ایک نقصان دہ تجربہ رہا ہے جبکہ غالب زبان بولنے والے اضافی طور پر دوسری زبانیں سیکھتے ہیں۔(3)

بعض سماجی تبدیلیوں کے نتیجے میں زبان کا متاثر ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے سکتناب کنگس کے بقول:

> ضروری نہیں کہ زبان کی موت کسی عام ایجنٹ ہی کی وجہ سے ہو۔ کسی عنصر کے بے قابو ہو جانے سے بھی زبان کی موت واقع ہو جاتی ہے مثال کے طور پر جدیدیت کے نتیجے میں کسی زبان کا مر جانا ناگزیر سماجی تبدیلی کا اثر ہے۔(4)

عالم گیریت ایسی ہی ایک بڑی تبدیلی ہے جس کے نتیجے میں تمام تر تہذیب و ثقافت پر کچھ نہ کچھ اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ عالم گیریت سے جن چیزوں کو خطرات لاحق ہیں ان میں سے ایک زبان بھی ہے۔ کسی ایک خطے کی زبان نہیں بلکہ پوری دنیا میں موجود سینکڑوں بلکہ ہزاروں زبانیں عالم گیریت کی زد میں ہیں۔ بڑی زبانیں جو علمی و ادبی اعتبار سے مضبوط اور حکومتی سرپرستی میں پھول پھل رہی ہیں وہ عالمی زبان انگریزی کے کچھ حد تک اثرات قبول کرتی ہیں لیکن اپنی بقا کی صلاحیت رکھتی ہیں مسئلہ تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں کا ہے یا ان چھوٹی زبانوں کا جو ہیں تو پہلی یا دوسری دنیا کے ممالک کی لیکن اپنے دفاع کی زیادہ سکت نہیں رکھتیں۔ عالمی زبان انگریزی کا بڑھتا ہوا تسلط زبانوں پر منفی اثرات مرتب کرنے سے لے کر زبانوں کو ختم کرنے تک ہے۔ مغربی ماہرِ لسانیات والٹ والفریم کے بقول:

> زبان کی معدومیت کی سب سے عام قسم اور زبان کی تبدیلی کے حوالے سے ہماری تحقیق کا اہم نقطہ یہ ہے کہ زبان رابطے کی صورت میں غالب زبان کی طرف بتدریج منتقل ہو کر معدوم ہو جاتی ہے۔ ایسے معاملات میں زبان کی مہارت کا تسلسل زبان بولنے والوں کی نسلوں سے تعلق رکھتا ہے۔(5)

عالمی ادارہِ اشاعت روٹلیج(Routledge) کے مطابق:

گلوبلائزیشن خطرے سے دوچار زبانوں پر واضح اثرات مرتب کر رہی ہے۔ ہم بتدریج جڑ رہے ہیں، اپنے یکساں طرزِ زندگی، فیشنز اور رجحانات کے باعث عالمگیر ثقافت میں ڈھل رہے ہیں لیکن ایسا کرنے سے ہم لسانی حدود کھو رہے ہیں۔(6)

انگریزی میں علم کا ذخیرہ وسیع ہے۔ روزگار کا ذریعہ انگریزی ہے۔ سائنسی ایجادات اس میں ہیں اس لیے اس کی طرف رجوع کرنا دنیا کی مجبوری ہے یا یوں کہیے کہ انگریزی عالمی دنیا کی ضرورت ہے۔ جب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی اپنی زبانوں کا استعمال کم ہو جاتا ہے اور وہ خاتمے کی طرف چل پڑتی ہیں یا پھر وہ انگریزی کے اثرات اس حد تک قبول کر لیتی ہیں کہ ان کی اپنی شناخت معدوم ہونے لگتی ہے۔ مادری زبانوں کے خاتمے کے حوالے سے درج بالا مفکرین نے عالم گیریت اور امپیریلزم کی نشاندہی کی ہے جبکہ ڈاکٹر مبارک علی نیشنلزم کو بھی زبانوں کے خاتمے کا سبب سمجھتے ہیں ان کے بقول 'مادری زبانوں کے خاتمہ میں نہ صرف گلوبلائزیشن یا امپریل ازم ذمہ دار ہے بلکہ نیشنل ازم بھی اس میں برابر کا شریک ہے۔'(7) جدید عہد میں زبانوں کے خاتمے کے کئی اسباب ہیں لیکن یہاں ہماری ترجیح صرف عالمی زبان انگریزی کا ہماری قومی زبان اردو پر اثر و رسوخ اور اس کے اثرات کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ آئندہ سطور میں انگریزی کے اردو بول چال پر منفی اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

الف: زبان کی شناخت کے مسائل

زبان اپنی آوازوں، اپنے صرفی و نحوی ڈھانچے، اپنے الفاظ کے ذخیرے اور اپنے لب و لہجے سے اپنی ایک شناخت بناتی ہے۔ ان تمام عوامل میں ایک خاص توازن ہوتا ہے۔ اگر توازن بگڑ جائے تو زبان کے تشخص میں بگاڑ پیدا ہونے لگتا ہے۔ آوازیں اور صرفی و نحوی ڈھانچہ تو بہت بعد میں متاثر ہوتا ہے لیکن الفاظ کے ذخیرے اور لب و لہجے میں بہت پہلے فرق واضح ہونے لگتا ہے۔ اردو زبان کے پاکستان اور بھارت میں کئی لہجے (ڈائلیکٹ) ہیں۔ اسی طرح الفاظ کے ذخیرے میں ایک توازن ہوتا ہے اگر کسی ایک زبان کا اثر و رسوخ زیادہ ہو تو زبان پر اس دوسری زبان کی چھاپ نمایاں ہونے لگتی ہے۔ اردو اور ہندی دراصل ایک ہی زبان ہیں لیکن ایک فارسی و عربی کے غلبے سے اردو جبکہ دوسری سنسکرت کے الفاظ کی کثرت کے باعث ہندی کہلاتی ہے۔ اگر قواعد میں فرق آنے لگے یعنی افعال پر دوسری زبان کے اثرات ہوں تو بھی زبان کے لیے

شناخت کے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اردو زبان پر اس وقت انگریزی زبان کا تسلط ہے اس کے ذخیرے میں انگریزی الفاظ و مرکبات کا ایک وسیع حصہ شامل ہو چکا ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ انگریزی مختلف راستوں سے اردو بول چال میں داخل ہو رہی ہے؛ تعلیمی نصاب سے، انٹرنیٹ سے، سوشل میڈیا سے اور مارکیٹ میں موجود اشیائے ضروریہ کے ناموں سے۔ انگریزی کا اثر سب سے زیادہ اردو کے ذخیرہ الفاظ پر پڑ رہا ہے۔ لب و لہجے پہ اثر اس سے کم ہے لیکن ہے۔ انگریزی کے کچھ لفظ تو اردو کے لب و لہجے میں ڈھل کر اردو میں آئے ہیں لیکن اکثریت الفاظ کی من و عن اردو بول چال میں استعمال ہو رہی ہے جب بلا ضرورت اور بے دھڑک اردو سے انگریزی میں کوڈ سوئچنگ کی جاتی ہے تو انگریزی کے کئی الفاظ اور جملے انگریزی لب و لہجے میں ادا ہوتے ہیں جس سے کہیں کہیں اردو کا لب و لہجہ بھی متاثر ہوتا ہے اسماء کی بہ نسبت اردو افعال پہ انگریزی کا اثر بہت کم ہے کہیں ڈھونڈنے سے کوئی ایک آدھ مثال ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کے کچھ علمی حیثیت رکھنے والے لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اردو کے افعال متاثر ہوں گے تب تک اردو زبان کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ افعال تو زبان کا اصل سانچہ ہیں اسما میں تو مختلف زبانوں کے الفاظ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ احمد جاوید اور جاوید اختر کا یہی ماننا ہے۔ سوال یہ ہے کہ فارسی اور سنسکرت جن سے اردو کا خمیر اٹھتا ہے اگر ان دو زبانوں میں سے کسی ایک کے الفاظ کا تناسب بڑھ جائے اور دوسری زبان کے الفاظ کا تناسب کم ہو تو اردو ہندی تنازع جنم لیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک غیر زبان انگریزی کا اس قدر اردو پر اثر و رسوخ جس میں الفاظ و مرکبات، محاورات، ٹیگز، ایکسپریشنز اور انگریزی کہ کئی جملے اردو میں استعمال ہو رہے ہیں اور اردو زبان کی شناخت کا مسئلہ جنم نہ لے؟ اس پر یہ کہ اردو کے افعال بھی کم ہی سہی لیکن کہیں کہیں متاثر ہو رہے ہیں جن کی مثال آگے دی جائے گی۔ دخیل الفاظ کی کثرت کے باب میں ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

> جب غیر زبان کے بنے بنائے لفظ سے ضرورت رفع کر لی جاتی ہے تو اہل زبان کو اپنی زبان کی صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ لہٰذا اردو زبان میں دوسری زبانوں سے جتنے زیادہ الفاظ داخل ہوتے رہیں گے اس کی ترقی کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ زبان اپنی ہی داخلی قوت سے فروغ پاتی اور آگے بڑھتی ہے۔ دخیل الفاظ کے لیے زبان میں ایک ترجیحی رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ ان کے حق میں اپنی زبان کے الفاظ سے دست کش ہو جاتے ہیں یوں متروکات کی تعداد روز بروز بڑھتی اور زبان کی پونجی گھٹتی چلی جاتی ہے، مثلاً جب اردو والے نکاس کی جگہ سرچشمہ یا منبع، ٹھیٹھ کی جگہ خالص سامنے کی جگہ روبرو یا مقابل،

آنگن کی جگہ صحن، اوجھل کی جگہ پوشیدہ، پکڑ کی جگہ گرفت، لگاتار کی جگہ متواتر یا علی التواتر یا علی الا تصال لکھتے پڑھتے رہیں گے تو ایک دن ایسا آجائے گا کہ اردو الفاظ حافظے اور علم سے بھی محو ہو جائیں گے۔(8)

یہ آراء ہیں، اردو میں دخیل الفاظ کے لیے یعنی وہ الفاظ جو اردو میں اردو الفاظ ہی کی طرح رچ بس گئے ہیں اور ان زبانوں کے الفاظ کی مثالیں دی گئی ہیں جن سے اردو نے اپنے بننے کے زمانے میں توانائی حاصل کی گویا ان زبانوں سے مل کر اپنی شناخت بنائی اگر ان زبانوں کے دخیل الفاظ اردو کے متروکات میں اضافہ کر کے اردو کے ذخیرے کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو انگریزی کا معاملہ تو ان سے کہیں زیادہ آگے ہے کیونکہ اردو بول چال میں انگریزی کے صرف وہی الفاظ و مرکبات استعمال نہیں ہو رہے جو اردو میں دخیل ہیں یعنی رچ بس چکے ہیں بلکہ ان الفاظ اور جملوں کا بھی بڑی تعداد میں استعمال ہو رہا ہے جنھیں اردو نے ابھی قبول نہیں کیا یعنی بلاضرورت اردو الفاظ کو نظر انداز کرتے ہوئے اردو سے انگریزی میں کوڈ سوئچنگ کرنا بھی اردو زبان کے لیے منفی عمل ہے۔

میرے خیال میں کاسموپولیٹن ازم جو ہے اخلاقی طور پر مورلی ایک سپیریئر پوزیشن ہے۔ بجائے کہ آپ ایک نیشنلسٹس، جنگواسٹک، شاونسٹک قسم کی پوزیشن رکھیں جس کی بنیاد پر دنیا میں جھگڑے ہوتے ہیں۔ نفرتوں کی کہانیاں بنائی جاتی ہیں۔ کچھ سچی زیادہ جھوٹی۔ تاریخ میں جو ہوا اس کو اَن ڈن کرنا اَن ڈو کرنا ممکن نہیں۔ لیکن تاریخ سے سیکھ کر آگے بڑھنا جو ہے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ سب کی ڈیوٹی ہے اور کاسموپولیٹن ایٹیٹوڈ اگر آپ رکھیں کہ جہاں بھی دنیا میں ظلم ہو رہا ہے اس کے ظالم کے خلاف تو نہیں اور اریسپیکٹو کہ آپ کے گروپ کی طرف سے ہو رہا ہے تو کاسموپولیٹن ازم جو ہے وہ ہیومن ازم پر بیسڈ ہے۔ وہ کسی ایک مذہب پر نہیں ہے وہ ریزن پر بھی بیسڈ ہے اور ماڈرن سوچ کے مطابق You look at several factors and then you make the decision۔(9)

یہ اقتباس ڈاکٹر اشتیاق احمد کے وی لاگ سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ وی لاگ تاریخ کے موضوع سے متعلق ہے جس کا عنوان " Cosmopolitianism: The Philosophy that one is A Global Citizen upholding Humanism and justice. " ہے۔ یہ 24 اکتوبر 2023ء کو یوٹیوب پر لگایا گیا۔ اس مختصر اقتباس میں کوڈ مکسنگ کی دو صورتیں موجود ہیں ایک اردو زبان کے جملوں میں انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال جیسے مورلی، سپیریر پوزیشن، ڈیوٹی، ایٹیٹوڈ، اریسپیکٹو، گروپ، ریزن اور ماڈرن۔ دوسرا اردو زبان کے جملوں میں انگریزی جملے کا استعمال کیا گیا ہے جیسے

نیشنلسٹس، کاسموپولیٹن ازم ، You look at several factors and then you make the decision۔ جنگواسٹک، شاونسٹک اور ہیومن ازم بطورِ اصطلاح استعمال ہوئے ہیں۔ اَن ڈُو اور اَن ڈَن اگرچہ انگریزی زبان کے افعال ہیں لیکن یہاں افعال نہیں بلکہ اردو افعال کے ساتھ مل کر استعمال ہوئے ہیں جبکہ بیسڈ بطورِ اردو فعل استعمال ہوا ہے۔ بیسڈ کے اردو فعل کے طور پر استعمال ہونے سے جملے کا ڈھانچہ متاثر ہوا ہے یہ انگریزی کا اردو زبان پر منفی اثر ہو گا۔ اسی طرح افعال کے زمرے میں جاوید چودھری نے کچھ انگریزی افعال کو اردو افعال کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے مثلاً فلائے کر جائے، پش کریں گے، سلپ ہوا وغیرہ۔

جاوید چودھری نے سات منٹ کے وی لاگ میں جن الفاظ و مرکبات کا استعمال کیا ان میں سے کچھ یہ ہیں: کٹ ڈاؤن، سلوڈاؤن، میل سٹون، گرپ، اینٹی سٹیٹ، سپورٹ، پولیٹیکل کنٹینٹ، ریچ، فریڈم، کوڈز، پاکٹ، ڈیٹا، ایکٹو، ٹول، فنڈ ریزنگ، مین، رائٹر کمیونٹی، سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ، سپیڈ، پروپیگنڈا، انفارمیشن، مین سورس، سینیریو، کری ایٹ، پریس بریفنگ، ٹرینڈ، ٹویٹر، گورنمنٹ، سٹیٹ، بلاک کر دیا، کنٹرول کیا، کری ایٹ کر لیا اور پلیٹ فارم (10) اسی طرح شعیب اختر کے کرکٹ پہ کیے گئے ایک مختصر ویلاگ میں سے کچھ افعال کا استعمال، مرکبات، ٹیگز اور ایکسپریشنز یہ ہیں: گراؤنڈ، ٹیلنٹ، ویلکم، ایکٹیوٹی، گروتھ، سٹرگل، وزٹ، بیٹس مین، بالیں (balls)، فونوں (phones)، کلوزاپ، امیزنگ، فیس کر لو، کیچ کرو، شارٹ مار دی، باؤلنگ، ون بائی ون، ٹیک کیئر اور بائے (11) یہ چند الفاظ و مرکبات ہیں یہاں انگریزی جملوں کو درج نہیں کیا گیا جو وی لاگز میں استعمال ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اردو سے انگریزی کوڈ سوئچنگ کی اس قدر ضرورت کیوں پیش آگئی کیا اردو کا دامن تنگ ہے یا اردو بولنے والے کاہل ہیں جو متبادلات تلاش کرنا گوارا نہیں کرتے۔ دراصل اردو زبان اپنے مزاج میں نرمی رکھتی ہے وہ دوسری زبانوں کے الفاظ کو من و عن یا معمولی ردوبدل کے ساتھ قبول کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے یہی صلاحیت بیک وقت سود مند بھی ہے اور خسارا بخش بھی ہے۔ جس معنی کے لیے لفظ اردو میں موجود نہیں ہوتا وہ لفظ تو اردو میں آجاتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ الفاظ بھی اردو میں آجاتے ہیں جن کے متبادلات اردو میں پہلے سے موجود ہوں۔ یہاں نقل کی گئی عبارت میں کوڈ مکسنگ اس مجبوری کے تحت نہیں کی گئی کہ اردو زبان میں ان الفاظ کے متبادلات موجود نہیں یہ تو انگریزی زبان کے اردو زبان پر بہت تیزی سے بڑھتے ہوئے اثرات کا نتیجہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جن انگریزی الفاظ کا یہاں استعمال کیا گیا ہے ان کے بہترین اردو متبادلات موجود ہیں۔

یہاں دو باتیں زیرِ بحث آتی ہیں ایک وہ الفاظ اور اصطلاحات جو انگریزی زبان کے علوم کے ساتھ اردو میں شامل ہوتے ہیں جن کے اردو متبادلات موجود نہیں اور اگر ہیں بھی تو رائج نہیں اور دوسرا وہ الفاظ جن کے اردو متبادلات موجود ہیں۔ ایسے الفاظ اور اصطلاحات جو انگریزی علوم کے ساتھ اردو میں شامل ہوتے ہیں ان کے ساتھ دو طرح کا رویہ اپنایا جا سکتا ہے پہلا یہ کہ ان کے ایسے متبادلات تلاش کیے جائیں جو عوام وخواص میں رائج ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں دوسرا جن الفاظ کے اردو متبادلات نہ بنائے جا سکیں یا رائج نہ ہو سکیں ان الفاظ کی ساخت میں معمولی تبدیلی کر کے اردو کے مزاج میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ رہی بات ان الفاظ کی جن کے اردو متبادلات موجود ہیں تو ان کے معاملے میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے جب اردو کے الفاظ موجود ہیں تو انھیں ترجیح دی جانی چاہیے۔ اگر اردو زبان کے الفاظ کو بڑے پیمانے پر بڑی تیزی سے ترک کیا جاتا رہا اور انگریزی زبان کے الفاظ کو ان کی جگہ لایا جاتا رہا تو زبان کی شناخت کا مسئلہ جنم لے گا۔ علاقائی زبانوں اور ان زبانوں سے جن سے مل کر اردو بنی ہے تعلق مضبوط کرنے کی بجائے صرف ایک باہر سے آئی زبان کے زیرِ اثر چلے جانا اردو زبان کی شناخت کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔

ب: ثقافت پر منفی اثرات

اردو لغت کے مطابق ثقافت کا مطلب ہے کسی قوم یا گروہِ انسانی کی تہذیب کے اعلیٰ مظاہر جو اس کے مذہب، نظامِ اخلاق، علم و ادب اور فنون میں نظر آتے ہیں۔ مزید وضاحت کی جائے تو رہن سہن، رسوم و رواج، تہوار، کھیل اور زبان سب ثقافت کے دائرے میں آتے ہیں۔ ہر قوم یا گروہ اپنی ثقافتی پہچان رکھتا ہے جو دوسروں سے منفرد ہوتی ہے۔ عالم گیریت کے دور میں دنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کرنے لگی ہے اب اس میں یہ سوال زیرِ بحث آتا ہے کہ جب دنیا گلوبل ویلج بن رہی ہے تو پھر اپنے ضمیر کو عالمی ضمیر میں گم کر دیں عالمی زبان اور ثقافت کو اپنا لیں اس ثقافتی انہدام کے عمل میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو جواب ملتا ہے منفرد ہونے کی دھن، اپنی مٹی سے جڑت، اپنی زمین سے پروان چڑھتے شعور کی ترجمانی، اپنی سوچ اور اپنی تخلیق جس میں عالمی رجحانات کی پیروی کے بجائے اپنی ذاتی فکر اور تخلیقی شعور کی جھلک ہو جس سے بقیہ دنیا روشنی پائے۔ اپنی برتری جتانے اور منفرد ہونے کی فطری خواہش کے ساتھ ساتھ جدید دنیا کی تعمیر و ترقی میں اپنی الگ شناخت کے ساتھ اپنا حصہ ڈالنے کی آرزو مائل کرتی ہے کہ اپنی ثقافت کو اہمیت دی جائے اور اس کا وقار قائم کیا جائے۔ دنیا کی کئی بڑی قومیں عالم گیریت کے مسائل سے نبرد آزما ہونے اور اپنی تہذیبی و ثقافتی شناخت کو قائم کرنے کے

لیے پوری جانفشانی سے ہمہ تن مصروف ہیں۔ ہاں تیسری دنیا کے ممالک جنھیں محض معاش کی فکر ہے انھیں تہذیبی اور ثقافتی انہدام اور زبان کی شناخت کے مجروح ہونے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ غالب زبان اور ثقافت کی عظمت کا قائل ہونا اور ان کے مثبت پہلوؤں سے متاثر ہونے میں کوئی قباحت نہیں لیکن نو آبادیاتی نظام سے لے کر آج عالم گیریت کے دور تک یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مفتوح قوم میں یا تیسری دنیا کے ممالک میں رہنے والے فاتح اور غالب اقوام کی زبان اور ثقافتی مظاہر سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ انھیں اپنی ثقافت بری لگنے لگتی ہے۔ اپنی چیزوں کو نظر انداز کر کے زبان کو پسِ پشت ڈال کر عالمی زبان سے مرغوب ہونا، اس کا بے دھڑک استعمال کرنا، بطورِ فیشن انگریزی زبان کی ملاوٹ کرنا اور خود کو مہذب منوانے کے لیے بلا جھجک انگریزی طور اطوار اپنانا، انگریزی زبان کو اردو پر فوقیت دینا اور اپنی زبان کو حقیر سمجھنے کا رویہ کس طرح قابلِ داد یا قابلِ تقلید ہو سکتا ہے۔ زبان محض اظہار کا ذریعہ ہے قابلیت جاننے کا پیمانہ ہرگز نہیں ہے۔ عالمی زبان انگریزی کے دوسری زبانوں پر پڑھنے والے منفی اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ دوسری اقوام کی ثقافتوں کو متاثر کر رہی ہے کچھ ماہرین لسانیات نے اس طرف توجہ دی ہے۔

پروفیسر سکتناب کنگس کے مطابق بڑی سماجی تبدیلیاں، کارپوریٹ سیکٹر، جدیدیت اور ٹیکنالوجی آپ کو عالمی زبان اور ثقافت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مجبور کرتی ہے آپ اس جدید دنیا کے مظاہر سے استفادہ کیے بغیر رہ نہیں سکتے لیکن آپ کو اپنی زبان اور ثقافت کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

> اعلی نسلوں کی بجائے مخصوص نسلی گروہوں (ثقافتوں) اور زبانوں کو اب حکمرانی اور توسیع کے لیے موزوں خیال کیا جاتا ہے ۔ دوسروں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان ثقافتوں کو اپنائیں گے اور جدید کاری ، ترقی ، جمہوریت اور مارکیٹ کی غالب قوتوں سے وابستہ ٹیکنالوجی اور اقدار کی خاطر زبانیں سیکھیں گے۔(12)

کوئی بھی ثقافت اپنے سے زیادہ غالب ثقافت سے متاثر ہوتی ہے اور اس کے اراکین کے نئے رویے اور اطوار اپنانے کی وجہ سے اپنی خصوصیات کھونے لگتی ہے۔ غالب ہونا آبادی کے زیر تسلط آنے کا نتیجہ ہو سکتا ہے جیسے بڑی تعداد میں لوگ کمیونٹی کے علاقے میں آتے ہیں اور مقامی لوگوں پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ نو آبادیاتی دور میں بار بار ہوا ہے۔ ایک ثقافت دوسری ثقافت پر اپنی غالبیت کا استعمال بغیر بڑی ہجرت کے کر سکتی ہے۔ زبان جلدی سے اس غالبیت کی علامت بن

جاتی ہے۔ بڑی یا غالب ثقافت کے اثرات جب چھوٹی ثقافتوں پر پڑتے ہیں تو زبان پہلے متاثر ہوتی ہے اور پھر زبان کے ذریعے بقیہ ثقافتی عناصر کو نقصان پہنچتا ہے۔ آبادی کا حجم ہمیشہ اہم نہیں ہوتا ایک چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آ سکتا ہے۔ ڈیوڈ کرسٹل نے اپنی کتاب لینگویج ڈیتھ میں اس پہلو کی وضاحت کچھ یوں کی ہے:

> اس سلسلے میں اکثر جس اصطلاح کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ثقافتی انضمام ہے۔ ایک ثقافت زیادہ غالب ثقافت سے متاثر ہوتی ہے اور اس کے اجزاء کے نئے رویے اور طرزِ عمل کو اپنانے کے نتیجے میں اپنا کردار کھونا شروع کر دیتی ہے ۔ متبادل طور پر ایک غالب ثقافت بغیر کسی بڑی نقل مکانی کے دوسری پر تسلط قائم کر لیتی ہے، شاید ایسا ابتدائی فوجی برتری یا معاشی وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔ آبادی کا حجم ہمیشہ اہم نہیں ہوتا ایک چھوٹا گروہ بڑے پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ افریقہ میں یورپی داخلے میں بار بار دیکھا گیا تھا۔(13)

بی بی سی میں زبانوں سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس میں بتایا گیا کہ پچھلی صدی میں تقریباً چار سو زبانیں ناپید ہو چکی ہیں، تقریباً ہر تین ماہ میں ایک زبان ناپید ہوئی یعنی اگلی صدی میں باقی تمام زبانوں میں سے پچاس فیصد ناپید ہو جائیں گی۔ یہ تشویشناک تحقیق ہے کیونکہ کسی زبان کا ناپید ہونا ایک منفرد ثقافت کے نقصان کے مترادف ہے۔ جو لوگ ایک عالمی زبان بولتے ہیں انھیں روزگار، تعلیم اور مجموعی کامیابی کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ لہذا، کچھ اقلیتی زبان بولنے والے سمجھتے ہیں کہ ایک عالمی زبان سیکھنے سے انھیں مالی فائدہ ہوگا۔ مزید برآں عالمی سطح پر ہماری ثقافتیں بڑھتی ہوئی باہم مربوط ہو رہی ہیں، جو اقلیتی زبانوں پر ایک عالمی زبان کے قبضے کو تیز کر رہی ہیں۔ سینکڑوں زبانوں کے ختم ہو جانے سے پتہ چلتا ہے کہ عالمی زبان کے غلبے سے کتنی ہی ثقاتیں متاثر ہو رہی ہیں اور کتنی زبانیں عالمی زبان کے اثرات قبول کر کے اپنی ثقافت کو عالمی ثقافت سے گرد آلود کر رہی ہیں۔ ثقافتوں کے مابین تعلقات اچھے تو ہوتے ہیں اور اس سے ثقافتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے لیکن محض عالمی ثقافت میں گم ہو کر اپنی ثقافت کے مظاہر کو فراموش کر دینا ہرگز مناسب عمل نہیں ہے۔ بی بی سی کے ایک مضمون کے مطابق:

اس پچھلی صدی میں ہر تین ماہ میں تقریبا 400 زبانیں معدوم ہو چکی ہیں اور اگلی صدی میں باقی تمام زبانوں میں سے 50٪ زبانیں معدوم ہو جائیں گی ۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تشویش ناک ہے کیونکہ سیدھے الفاظ میں ایک معدوم زبان کا مطلب ایک منفرد ثقافت کا نقصان ہے۔(14)

انگریزی زبان کے جو الفاظ اردو بول چال میں آتے ہیں ان کے ساتھ تصویریں اور تصورات وابستہ ہوتے ہیں اور وہ بھی اپ کے معاشرے کا حصہ بنتے جاتے ہیں۔ کسی معاشرے کی ثقافتی اقدار کا اظہار جب لفظوں کے ذریعے ہوتا ہے تو اس زبان میں کوڈ سوئچنگ اور اس زبان کی دوسری زبان میں دخیل الفاظ کے ذریعے اس قوم کے ثقافتی مظاہر دوسری زبان بولنے والوں تک پہنچتے ہیں اور وہ لوگ اسے اپنانے لگتے ہیں۔ ایک تو کسی معاشرے کے ثقافتی مظاہر اور معاشرتی اقدار زبان کے ذریعے دوسری اقوام تک پہنچتی ہیں اور دوسرا یہ بھی راستہ ہے کہ ایک قوم کے طور اطوار، رہن سہن کے طریقے، تہوار اور کھیل وغیرہ پہلے دوسری قوم کو متاثر کریں اور اس کے بعد ان تمام ثقافتی مظاہر سے وابستہ الفاظ و اصطلاحات اس زبان کا حصہ بنیں۔

یہاں منتخب وی لاگز میں سے اردو سے انگریزی کوڈ سوئچنگ کی کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں جو ہماری ثقافتی اقدار میں عموماً استعمال کی جاتی ہیں۔ صحافت، تاریخ، کھیل، سائنس، ادب حتیٰ کہ مذہب کے موضوعات پر بھی انگریزی زبان کا اثر و رسوخ ہے۔ کرکٹ جو نوآدیاتی نظام سے برصغیر میں داخل ہوئی وہ اب ہم میں رچ بس چکی ہے۔ اس کھیل کی تمام تر اصطلاحیں اور اس سے وابستہ اسماء اور اس کے تمام تر جارگن اب ہماری زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ ایک نئے کھیل کا اضافہ ہماری ثقافت میں ہوا لیکن اس کے نتیجے میں کچھ منفی پہلو بھی اجاگر ہوئے ایک تو لسانی اعتبار سے ہم اس کھیل کے جارگن اور اصطلاحات انگریزی ہی کی من و عن استعمال کرنے لگے اس کے لیے ہم متبادل الفاظ نہ لا سکے اور اس ایک کھیل سے بے پناہ مرعوبیت کے نتیجے میں اپنی مٹی سے وابستہ کھیلوں کو نظرانداز کیا گیا اور اپنے کسی کھیل کو اہمیت نہ دے کر ہم اسے عالمی دنیا سے متعارف کروانے میں ناکام رہے۔ غالب زبان اور ثقافت سے متاثر ہونے میں ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ ہم اپنی چیزوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور انھیں حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ رمیز راجہ اور شعیب اختر کے وی لاگز میں سے کرکٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کرکٹ کی زبان کے کچھ حصے نقل کیے جاتے ہیں جن کو ہمارے ہاں عموماً کثرت سے دہرایا جاتا ہے۔ جیسا کہ رن چیز، ڈک آوٹ، سکور، اننگز، اوور، ہِٹ، آف سٹیمپ، شارٹ، سنگل، فائنل، ٹیسٹ، باولنگ، سپیل، اٹیک؛(15) وکٹیں، ٹارگٹ، میچ، بونسر، یارکر، گرپ، فلِک، ڈلیوریز(16) اگر ایک کھیل اپنا لیا ہے تو اس کے لیے اپنی

زبان میں الفاظ کا ذخیرہ بھی تو پیدا کیا جائے ایک طرف زبان عالمی زبان کے حصار میں ہے اور دوسری طرف ایک کھیل سے حد درجہ مرعوبیت اپنے علاقائی کھیلوں سے دوری کا سبب بن رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اپنے کھیلوں کو بڑھاوا دے کر اپنی ثقافت کو نمایاں کیا جائے اور اپنی زبان کو فروغ دیا جائے۔

عالمی زبان اور ثقافت کے ہماری ثقافت پر اثرات کے باعث اردو زبان متاثر ہو رہی ہے یا اردو زبان پر انگریزی کے اثرات کے باعث ہماری ثقافت متاثر ہو رہی ہے یہ دونوں باتیں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں اور دونوں پہلو درست ہیں۔ کھیلوں کی طرح ہمارے ادب اور سائنسی علوم پر بھی پوری طرح انگریزی زبان اور علوم کی چھاپ ہے۔ اصنافِ ادب ان کی ہیں، تنقیدی تھیوریاں ان کی ہیں، ادب اور تنقید کی اصطلاحات ان کی ہیں اور سائنسی علوم کی تمام تر اصطلاحات اور اسماء انگریزی کے ہیں جو ہماری بول چال میں رائج ہیں۔ جب کوئی قوم معاشی اور سائنسی زوال کا شکار ہوتی ہے تو اس کے تمام شعبے متاثر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ہماری زبان اور ثقافت پر انگریزی کا اثر ہے اور ہماری اپنی کوئی ثقافتی شناخت نہیں ہے۔ یہاں منتخب وی لاگز میں سے کچھ ادبی اصطلاحات درج کی جاتی ہیں جو ہماری اردو بول چال کا حصہ ہیں۔ ہمارے ادب میں ماڈرن ازم، پوسٹ ماڈرنسٹ، سکسسٹ، ایولوشنسٹ؛(17)فیمینزم، بلیک فیمینزم یا لبرل فیمینزم (18) جیسے تصورات اور مباحث ہماری مٹی کے نہیں ہیں لیکن یہ ہماری گفتگو کا حصہ ہیں ہماری زبان کا حصہ ہیں انھیں بولا جاتا ہے ان پہ بحث کی جاتی ہے اور ان اصطلاحات سے وابستہ تصورات ہمارے ہاں جگہ بناتے ہیں۔ ایسے ہی جب ہم نے غالب طاقتوں کا سیاسی و معاشی ڈھانچہ اپنایا ہوا ہے تو اس سے متعلقہ زبان بھی غالب طاقت ہی کی ہے جو ہمارے صحافیوں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے۔ لبِ لباب بحث کا یہ ہے کہ عالمی زبان کے ہماری زبان پر پڑنے والے اثرات ہماری ثقافت کو اور عالمی ثقافت کے ہماری ثقافت پر پڑنے والے اثرات ہماری زبان کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں ہماری قومی زبان اردو جو ثقافت کا سب سے نمایاں مظہر ہے وہ انگریزی آلودہ ہے۔

ج: انگریزی کے اردو پر غلبے سے علاقائی زبانوں کو خطرہ

ایک زبان دوسری زبان کو یا تو براہ راست متاثر کرتی ہے یا کسی اور زبان کے ذریعے اس زبان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ دخیل الفاظ کا معاملہ ایسے ہی ہے یا تو براہ راست ایک زبان کے الفاظ لے لیے یا پھر اس زبان کے الفاظ کسی اور زبان میں داخل ہوئے اور وہاں سے تیسری زبان میں آ گئے۔ انگریزی کے اردو پر غلبے سے علاقائی زبان کو جو خطرات لاحق ہیں ان کی

نوعیت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ ان خطرات کو زیر بحث لانے سے قبل سکتناب کنگس اور رابرٹ فلپسن کی عالمی زبانوں کے تسلط اور طریقہ کار کے حوالے سے رائے جانتے ہیں:

لسانی پالیسیاں تعلیم، میڈیا، عوامی زندگی اور معیشت کے جدید شعبے میں غالب زبان کے لیے وسائل کی تقسیم کو یقینی بناتی ہیں۔ نتیجے کے طور پر تیسری دنیا میں زیادہ تر لوگ ایسی زبان میں حکمرانی کرتے ہیں جسے وہ نہیں سمجھتے۔ مغرب کی متوقع برتری کی نمائندگی اب ٹیکنالوجی اور نصابی کتاب کے مقابلے بندوق اور بائبل سے کم ہے۔ اس لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر سماجی ڈھانچے کی دیکھ بھال میں زبان اور بھی زیادہ مرکزی اہمیت کی حامل ہے۔(19)

ٹیکنالوجی، میڈیا اور نصابی کتب کے حوالے سے یورپی زبانیں بالخصوص انگریزی پوری دنیا کی زبانوں کو متاثر کر رہی ہے۔ تیسری دنیا کے مالک کی زبانیں خصوصاً انگریزی سے متاثر ہو رہی ہیں اور کچھ معدوم ہو رہی ہیں۔ حکومتیں غیر ملکی زبان میں کار سلطنت چلا رہی ہیں اس زبان میں جس سے حکومتی طبقہ نہ تو خود پوری طرح واقف ہے اور نہ ہی رعایا مکمل سمجھ رکھتی ہے۔ دوسری طرف علاقائی زبان اس جدید عہد میں پہلے ہی پسماندہ ہیں نہ ان میں علم زیادہ ہے نہ روزگار کے مواقع اوپر سے عالمی زبان کی دخل اندازی اور پریشان کن صورت پیدا کر رہی ہے زبیر تور والی مادری زبانوں کی پسماندگی اور معدومیت کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

محبّ وطن حلقوں کی طرف سے مسلسل کوشش کے باوجود اردو کو وہ مقام نہیں دیا جا سکا جس کا ذکر آئین اور تعلیمی حکمت عملیوں میں بار بار کیا گیا۔ تاہم اس عمل کا اثر دوسری لسانی اکائیوں پر بہت برا ہوا۔ ریاست کی جانب سے مسلسل انکار کی بدولت ان اکائیوں کی شناخت اور زبانیں ختم ہونے لگیں۔ ان زبانوں میں اکثریت اب معدومی کے خطرے سے دوچار ہیں اور کئی ایک تو پہلے سے ہی مٹ چکی ہیں۔(20)

یہاں تک عالمی زبانوں کا تسلط، تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں کو لاحق خطرات اور علاقائی زبانوں کی حالت بیان ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ اردو پر انگریزی کے اثرات علاقائی زبانوں کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟ معاملہ یہ ہے کہ اردو پاکستان میں رابطے کی زبان ہے جو چاروں صوبوں، کشمیر اور گلگت بلتستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ٹیکنالوجی کے استعمال اور تعلیمی نظام کے باعث علاقائی زبانیں براہ راست انگریزی سے متاثر ہیں لیکن اس میں اردو کا کردار بھی کلیدی ہے۔ تعلیمی

نظام انگریزی میں ہے لیکن اساتذہ کو اردو میں پڑھانا اور سمجھانا ہوتا ہے۔ اخبارات، ٹی وی چینلز پر ٹاک شوز، سوشل میڈیا پر ویلاگز، تقاریر اور جلسے وغیرہ کی کارروائیاں سب اردو زبان میں سننے کو ملتی ہیں۔ جامعات میں موجود طلبہ مختلف علاقائی و مادری زبانوں کو ترک کر کے اردو میں ہم کلام ہوتے ہیں یوں اردو کا اثر و رسوخ علاقائی زبانوں پر زیادہ ہے۔ علاقائی زبانیں پہلے ہی معدومیت کے دہانے پر کھڑی ہیں ان کی ترقی و ترویج کے لیے حکومت خاموش ہے اس پر یہ کہ اردو میں جو انگریزی الفاظ کی کثرت ہے وہ علاقائی زبان میں داخل ہو رہی ہے اس علاقائی زبانوں کے متروک الفاظ میں اضافہ ہو رہا ہے یوں علاقائی زبانوں کا ذخیرہ سکڑ رہا ہے۔ انگریزی الفاظ کے داخل ہونے سے زبان کا ذخیرہ وسیع ہونا چاہیے لیکن عموماً اردو اور دیگر علاقائی زبانیں بولنے والے سہل پسندی کے سبب انگریزی الفاظ ہی استعمال کرتے ہیں اور اپنی زبان کے الفاظ تلاش کرنا پسند نہیں کرتے جس سے زبان کے متروکات میں اضافہ ہوتا ہے اور ذخیرہ الفاظ سکڑتا جاتا ہے۔ کسی بھی زبان کے ذخیرہ الفاظ کا مسلسل کم ہوتے جانا زبان کی ترقی کے لیے مناسب نہیں ہے۔

د: اپنے علمی و ادبی ورثے سے محرومی

انسان اسی زبان کو ترجیح دیتا ہے جس میں اس کی ضرورتیں ہے پوری ہوں جو زبان ضرورتیں پوری نہ کرے وہ خود بخود نظر انداز ہونے لگتی ہے۔ زبان کے دائرے میں انسان کی ضرورت اظہار بھی ہے اور روزگار بھی ہے۔ جس زبان میں اظہار میں سہولت ہو گی اور جس زبان میں روزگار کے مواقع ہوں گے اسی زبان کو ترجیح دی جائے گی۔ عالمی زبانیں یہ دونوں ضرورتیں پوری کرتی ہیں اس لیے لوگوں کا رجحان مادری زبانوں کی بہ نسبت عالمی زبانوں کی طرف زیادہ ہے ایک زبان کو ترجیح دینے اور دوسری کو نظر انداز کرنے کے باب میں ریچل نیور (Rachel Nuwer) لکھتے ہیں:

> جیسا کہ ماہرِ لسانیات کہتے ہیں، زبانیں عام طور پر سماجی ، سیاسی اور معاشی طور پر غالب زبان کے باعث بحران کے مقام پر پہنچ جاتی ہیں۔ بعض اوقات ، خاص طور پر مہاجر معاشروں میں والدین اپنے بچوں کو ان کی ورثے کی زبان نہ سکھانے کا فیصلہ کرتے ہیں اور اسے زندگی میں ان کی کامیابی میں ممکنہ رکاوٹ سمجھتے ہیں۔(21)

کوئی زبان مسلسل نظر انداز ہوتی رہے اور اس کی ترقی وترویج کی طرف لوگوں کی دلچسپی نہ ہو تو وہ خاتمے کی طرف بڑھنے لگتی ہے بقول اسٹیفن آرنز(Stephen Ornes):

آج دنیا بھر میں ایسی بہت سی زبانیں ہیں جو چند درجن سے زیادہ بزرگ لوگ نہیں بولتے لیکن زیادہ بولی جانے والی بھی کچھ زبانیں خطرے میں ہیں اکثر ان کی اولاد زبان سیکھنے اور اسے زندہ رکھنے کے لیے کام کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔(22)

عالمی زبان انگریزی اس وقت تیسری دنیا کے ممالک کی ضرورت بنی ہوئی ہے اس لیے انگریزی کی طرف جھکاؤ ہے دوسری طرف اپنی زبانیں نظر انداز ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی یہی معاملہ درپیش ہے۔ اردو دان طبقے کی ضروریات انگریزی سے وابستہ ہیں لہذا انگریزی کا اردو زبان پر گہرا اثر ہے۔ ضرورت کے علاوہ اپنی بات کو موثر بنانے کے لیے، مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے افراد سے رابطے کے لیے یا بطور فیشن اردو سے انگریزی کوڈ سوئچنگ کی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو کی طرف عدم دلچسپی کے باعث اردو الفاظ تلاشنے کی بجائے انگریزی الفاظ ہی کا استعمال کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انگریزی کا اثر اردو پر بڑھتا جاتا ہے اور اردو کے الفاظ زیادہ تعداد میں متروک ہونے لگتے ہیں گویا اردو کا ذخیرہ سکڑتا جاتا ہے۔ اردو متروکات کے باب میں ہندوستانی شاعر اور مفکر پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں:

ایک لفظ مدت سے اردو میں مستعمل ہے اب جو اسے ترک کیا جاتا ہے تو کس بنا پر؟ اس کے خلاف کون سی نئی باتیں پیدا ہو گئیں اور اسی معنی اور موقع کا کون سا نیا اور بہتر لغت مل گیا ہے جو اسے متروک الاستعمال قرار دیا جاتا ہے؟ جن الفاظ یا ترکیبوں کو ہم سب اردو میں ترک کر بیٹھے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی کبھی یہ سننے میں نہ آیا کہ ان وجوہ سے یا اس اصول کے تحت یہ لفظ ترک کیا گیا۔ ابتدا سے اب تک یہ بدعنوانی چلی آئی ہے۔ اس سے بدعت اور طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ جو جس کے جی میں آیا کر گزرا۔ اردو والے یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ اگر ان کے متروک الاستعمال کی لے اسی طرح بڑھتی گئی تو ان کی وہی گت ہو گی جو 'خارج از برادری' کی لے نے ہندوؤں کی بنائی۔(23)

اردو زبان کے علمی وادبی ورثے پہ نظر ڈالی جائے تو ڈاکٹر مبارک علی کے بقول اگر ان (اردو اور علاقائی) زبانوں میں کچھ علم ہے تو وہ شاعری اور مذہبی ادب ہے، یہ سماجی علوم اور سائنس سے محروم ہیں(24) یعنی پہلے ہی اردو کا دامن سماجی اور

سائنسی علوم سے تہی ہے اگر کچھ ہے بھی تو چند تراجم سے زیادہ نہیں ہے۔ البتہ ادب اور مذہبی علوم کا ذخیرہ اردو میں وافر مقدار میں موجود ہے۔ پاکستان کے مسلمان براہ راست عربی سے دین کا علم حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی اتنی استعداد رکھتے ہیں۔ تمام تر مذہبی عقائد اور معاملات اردو زبان میں محفوظ ہیں اسی طرح ادب میں ہماری نفسیات، ثقافت اور علاقائی دانش محفوظ ہے۔ ادب اور مذہب کے علاوہ تاریخ کا بھی ایک وسیع ذخیرہ اردو میں موجود ہے یعنی اردو زبان صدیوں کے ادبی، مذہبی اور تاریخی علوم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

آج اردو بول چال پر انگریزی کے جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان سے انگریزی الفاظ کی کثرت میں اور اردو زبان کے متروکات میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ ان متروکات میں خالص اردو الفاظ کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں عربی الفاظ و مرکبات اور فارسی تراکیب و محاورات اور تشبیہات و استعارات کا ذخیرہ بھی شامل ہے۔ جس پر اردو کا علمی و ادبی سرمایہ مشتمل ہے۔ آج کا آدمی جس کی اردو بول چال میں انگریزی الفاظ و مرکبات کی کثرت ہے وہ آج سے 100 یا 200 سال پہلے کے علمی ادبی ذخیرے کو پوری طرح پڑھ کر سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ ان کتب میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس کا ایک بڑا حصہ آج بولنے سننے میں نہیں آتا۔ لغت کا سہارا لیا جا سکتا ہے لیکن وہاں بھی تنگی کا سامنا ہے کہ اردو لغات کم کم ہی تازہ کر کے چھاپے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر شعری جہان میں غالب اردو زبان کے عظیم شاعر ہیں اگر آج کا کوئی آدمی لغات کا سہارا لے کر غالب کے اشعار سمجھ بھی لے تو زبان سے براہ راست واقفیت نہ ہونے کے باعث شعر کا بے ساختہ لطف نہیں لے سکتا۔ یہی معاملہ مذہبی اور تاریخی علوم کا بھی ہے آج صورتحال اس قدر تو خراب نہیں ہے لیکن اسی تواتر اور تیزی سے اردو لفظوں کا استعمال ترک کر کے غیر ضروری انگریزی کوڈ سوئچنگ کی جاتی رہی تو آئندہ نسل اپنے مذہبی، ادبی اور تاریخی علوم سے ناواقف ہوتی جائے گی۔ یا تو خطے کی مجموعی دانش، تاریخ، ثقافت، مذہبی علوم اور تمام ادبی ورثے کو انگریزی میں ترجمہ کر دیا جائے (جس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا اور نہ یہ سب ممکن ہے خاص کر ادب کے باب میں) یا پھر اپنی زبان اردو پہ دھیان دیا جائے کم سے کم ان انگریزی یا کسی بھی غیر ملکی زبان کے الفاظ سے دامن بچایا جائے جن کے اردو متبادلات موجود ہیں۔ جتنے زیادہ الفاظ کا استعمال ترک ہو گا اتنا ہی اردو زبان کو نقصان پہنچے گا اردو زبان کو نقصان پہنچنے کا مطلب اپنی شناخت کھونا اور اپنے علمی و ادبی ورثے سے محرومی ہے۔

مجموعی طور پر انگریزی زبان کے پھیلاو کے جو اثرات اردو بول چال پر ہو رہے ہیں وہ کئی حوالوں سے اردو زبان کے لیے نامناسب ہیں۔ یوں تو تحریر اور تقریر کی زبان میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن انگریزی زبان کے اثرات کے حوالے سے

تحریر و تقریر کی زبان میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ زبان کا تعلق عوام سے ہے، عوام کی بڑی تعداد جب کوئی لفظ بولنے لگے تو لکھاریوں کو تحریر کی زبان میں بھی استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ چلن زیادہ ہے جبکہ تحریر شدہ الفاظ بھی بول چال کا حصہ بننے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ماہر القادری نے الطاف حسین حالی کی انگریزی زدہ زبان پر تنقید کی ہے وہ لکھتے ہیں:

> مولانا حالیؔ نے جس کثرت اور دھڑلے کے ساتھ اردو میں انگریزی الفاظ استعمال کیے ہیں، وہ ایک غیر مستحسن فعل ہے اور کسی اردو داں کو اس خصوص میں ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا انگریزی الفاظ کو بدستور اردو میں منتقل کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اردو کو افرنجی (English) بنارہے ہیں، اور ہماری اس کوشش کا رخ تعمیر کے بجائے تخریب کی جانب ہو گا، اگر ہم نے اسی چیز کو اردو ادب کی خدمت سمجھا اور انگریزی الفاظ کو اردو میں شامل کرنا شروع کر دیا تو ہم کو بڑی دقت کا سامنا ہو گا۔ ہم ان لوگوں کے لیے جو صرف اردو جانتے ہیں، بڑی مشکلات پیدا کر دیں گے اور ایک ایک لفظ پر ان بے چاروں کی زبان لڑکھڑائے گی۔ پس انگریزی کے الفاظ کے لیے ہم کو اردو میں الفاظ ضرور وضع کرنا ہوں گے۔ (25)

اگرچہ یہ تحریر کی زبان پر تنقید ہے لیکن بول چال کی زبان پر انگریزی اثرات کے حوالے سے بھی اتنی ہی کارآمد ہے۔ ماہر القادری نے انگریزی الفاظ کے بے دھڑک استعمال کی دو خرابیاں بتائی ہیں ایک انگریزی الفاظ کا اردو میں املا اور دوسری تلفظ کی ادائیگی میں مسئلہ اگر ان دو خرابیوں پر قابو پا بھی لیا جائے تو انگریزی کے اردو زبان پر اثرات کے کئی اور منفی پہلو بھی باقی رہتے ہیں جیسا کہ انگریزی کے کثیر الفاظ کے استعمال کے باعث اردو متروکات میں اضافے کا ہونا، غیر ضروری کوڈ سوئچنگ سے زبان کے نحوی قواعد کا متاثر ہونا اور زبان کی شناخت کے مسئلے کا جنم لینا وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ ثقافت پر منفی اثرات، اردو پر انگریزی اثرات کے باعث علاقائی زبانوں کا متاثر ہونا اور اپنے علمی و ادبی ورثے سے محروم ہونا بھی انگریزی زبان کے اردو بول چال پر منفی اثرات کا نتیجہ ہے۔

حوالہ جات

1۔ سکتناب کنگس اینڈ راپرٹ فلپسن، لنگوسائیڈ اینڈ لنگوس ازم، دی گریٹر پبلشر برلن اینڈ نیویارک، ستمبر 1996ء، ص2

There is an agent involved in causing the death of languages. The agent can be active or passive (letting a language die or unsupported coexistence also often leading to the death of minority languages). There is thus nothing natural in language death. Languages cannot be treated in an anthropomorphic way, as organisms with a natural lifespan. Language death has causes, which can be identified and analyzed.

2۔ ایضاً، ص3

Linguicist policies were an important weapon in the colonial armoury. This required the sacrifice of the cultures and languages of origin. In the early stages of education in the British empire than in the French, local languages had low status, and education through the exclusive medium of English was the norm after the initial years English was the key to success in a colonized society.

3۔ ایضاً، ص1

These dominant or majority languages expand at the expense of minority (or minorized) languages. Learning dominant languages has often been a subtractive experience for minority language speakers, whereas those dominant language speakers who learn other languages mostly do so in an additive way.

4۔ ایضاً، ص2

The concept language death does not necessarily imply a causal agent. Language death is seen as occurring because of circumstances beyond the control of any agents. The "effects", for instance language death as a result of "modernization", are often regarded as inevitable concomitants of social change.

5۔ والٹ والفریم، لینگوئج ڈیتھ اینڈ ڈائنگ، بلیک ویل پبلشنگ لمیٹڈ آکسفرڈ، یونائیٹڈ کنگڈم، جنوری 2004ء، ص 766

The most common type of language death, and the one most critical for our examination of language variation here, is the case of language loss due to the gradual shift to the dominant language in a contact situation In such cases, there is often a continuum of language proficiency that correlates with different generations of speakers.

6۔ روٹلیج (عالمی ادارہِ اشاعت)، نیوٹنگز اِن کرائسز، 8 اگست 2020ء

https://www.routledge.com/blog/article/language-loss-native-tongues-in-crisis

Globalization is clearly increasing our impact on endangered languages. By being progressively interconnected we have more universal cultures, with lifestyles, fashions and trends adopted across the world, but in so doing, we are losing linguistic range.

7۔ مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، مزنگ روڈ لاہور، اشاعت 2005ء، ص 48

8۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

https://www.madarisweb.com/ur/articles/4801

9۔ اشتیاق احمد، ڈاکٹر، ویلاگ (Cosmopolitianism: The Philosophy that one is A Global Citizen upholding Humanism and justice)، 24 اکتوبر 2023ء

https://youtu.be/S6c7bevgAEU?si=jGdh3bpDDdMDDFnm

10۔ جاوید چوہدری، ویلاگ (Blocked social media platform X)، 7 مئی 2024ء

https://youtu.be/UylVqHhMiCU?si=g3sgTMMs72igECs7

11۔ شعیب اختر، ویلاگ (Who says Pakistan does not have talent)، 19 نومبر 2019ء

https://youtu.be/18DDfoOGgHY?si=WpL-xfWycpssPQ9I

12۔ سکتناب کنگس اینڈ راپرٹ فلپسن، لنگوسائیڈ اینڈ لنگوس ازم، دی گریٹر پبلشر برلن اینڈ نیویارک، ستمبر 1996ء، ص 6

Instead of superior races certain ethnic groups (or cultures) and languages are now presented as fitter to rule and expand. Others are expected to adopt these cultures and learn the languages for the sake of modernization, development, democracy and the technology and values associated with dominant market forces.

13۔ ڈیوڈ کرسٹل، لینگوئج ڈیتھ، کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2003ء، ص 77

The term most often encountered in this connection is cultural assimilation: one culture is influenced by a more dominant culture, and begins to lose its character as a result of its members adopting new behavior and mores. Alternatively, one culture may exercise its dominance over another without a huge influx of immigration, perhaps through its initial military superiority or for economic reasons. Population size is not always critical: a smaller group can dominate a larger one as was seen repeatedly in the European entry into Africa.

14۔ الیگزینڈر چیملا، دی ایڈوانٹیجز اینڈ ڈِس ایڈوانٹیجز آف دی گلوبل لینگویجز، 26 جولائی 2021ء

https://www.noslangues-ourlanguages.gc.ca/en/blogue-blog/langue-internationale-global-language-eng

In this last century, some 400 languages have become extinct about one language every three months and in the next century, 50٪ of all remaining languages will become extinct. Needless to say, this is worrying, because simply put, an extinct language means the loss of a unique culture.

15۔رمیز راجا،ویلاگ(Multan in PSL)،15مارچ2024ء

https://youtu.be/HQHHEbM88oo?si=KRH_Wil5Slxyjemg

16۔شعیب اختر،ویلاگ(How to Bowl A Bouncer)،2اگست2019ء

https://youtu.be/3M4mZFNitCQ?si=glBGzVNhp25tJYDv

17۔مسعود راجا،ڈاکٹر،ویلاگ(کیا اردو شاعری انگریزی شاعری سے کمتر ہے؟)،28مارچ2024ء

https://youtu.be/1MomB8nFDTw?si=J3xM-obCFHGsBpmt

18۔ممتاز علی،پروفیسر،ویلاگ(Women's Writing & F-kvjNsm)،3مارچ2024ء

https://youtu.be/RYXK-uMwE8E?si=JODQiX8dO4F-kvjN

19۔سکتناب کنگس اینڈ راپرٹ فلپسن،لنگوسائیڈ اینڈ لنگوس ازم،دی گریٹر پبلشر برلن اینڈ نیویارک،ستمبر1996ء،ص4

Linguicist policies ensure the allocation of resources to the dominant language in education, the media, public life and the "modern" sector of the economy. As a result, most people in the "Third World" are governed in a language that they do not understand. The presumed superiority of the West is now less represented by the gun and the bible than technology and the textbook. Language is therefore of even more central importance in the maintenance of social structure nationally and internationally.

20۔زبیر توروالی،پاکستان میں اقلیتی مادری زبانیں:ایک تاریخ،ایک ثقافت معدومیت کی راہ پر،تجزیات(آن لائن)،26ستمبر2022ء

https://www.tajziat.com/article/13359

21۔ریچل نیور،وائے وی مسٹ سیوڈائنگ ٹنگز،بی بی سی،6جون2014ء

https://www.bbc.com/future/article/20140606-why-we-must-save-dying-languages

Languages usually reach the point of crisis after being displaced by a socially, politically and economically dominant one, as linguists put it. Sometimes, especially in immigrant communities, parents will decide not to teach their children their heritage language, perceiving it as a potential hindrance to their success in life.

22۔اسٹیفن آرنز،سیووینیشنگ ٹنگز،23مئی2014ء

https://www.snexplores.org/article/saving-vanishing-tongues-3000-world-languages-face-extinction-apps-can-help-save-them

Today there are many languages around the world that are spoken by no more than a few dozen elderly people. But some languages with many speakers also are at risk. Often, their descendants aren't interested in working to learn the language and keep it alive.

23۔برج موہن دتاتریہ کیفی،پنڈت،متروکات،ماخذ:منشورات،ریختہ

https://www.rekhta.org/articles/matrookaat-dattatriya-kaifi-articles?lang=ur

24۔مبارک علی،ڈاکٹر،گمشدہ تاریخ،فکشن ہاؤس،مزنگ روڈلاہور،اشاعت2005ء،ص50

25۔ماہر القادری،اردوکا غیر زبانوں سے تعلق،ریختہ

https://www.rekhta.org/articles/urdu-ka-ghair-zabaanon-se-talluq-mahirul-qadri-articles?lang=ur

باب چہارم

انگریزی کے اردو پر منفی اثرات کے سد باب کے ممکنہ اقدامات

انفرادی سطح پر انسان ہجوم سے منفرد ہونے کی فطری خواہش رکھتا ہے یہی رویہ قوموں کا ہے ہر قوم اپنا الگ تشخص قائم کرنا چاہتی ہے اپنی منفرد شناخت بنانا چاہتی ہے۔ قومیں یہ انفراد مذہبی بنیاد پر، ثقافتی بنیاد پر، لسانی بنیاد پر یا جغرافیائی بنیاد پر قائم کرتی ہیں۔ ملکی اور قومی سطح پہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے رہن سہن، تہواروں، روایات، ایجادات، لسانیات حتیٰ کہ تمام تر تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دنیا کی دوسری قوموں سے منفرد ہوں اور ان کی تہذیب و ثقافت دنیا کے بڑے حصے پر غالب رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کئی قومیں یا کئی ممالک انگریزی زبان اور انگریزی طبقے کے مقابل اپنی زبان کو اپنے ثقافتی معاملات اور سائنسی ایجادات کو اہمیت دیتے ہیں تا کہ وہ نہ صرف معاشی اعتبار سے باقی دنیا سے بہتر ہو سکیں بلکہ وہ اپنی قومی اور ثقافتی پہچان بھی الگ بنائیں۔ ایسی قومیں زبان کو خاص اہمیت دیتی ہیں اور اپنی زبان کی ترویج کے لیے کوششیں کرتی ہیں۔

چین، بھارت، جرمنی، جاپان، ترکی اور کوریا جیسے ممالک سر فہرست ہیں جو معاشی برتری کے ساتھ ساتھ ثقافتی برتری بھی چاہتے ہیں اور ثقافت کی علمبردار زبان ہے۔ عالمی زبان انگریزی کا اثر و رسوخ پوری دنیا کی زبانوں پر ہے بڑی قومیں انگریزی کے مقابلے میں اپنی زبان کو ترجیح دیتے ہوئے اس کو فروغ دیتی ہیں اور اسے انگریزی کے منفی اثرات سے پاک کرتی ہیں تا کہ ان کی زبان میں بگاڑ پیدا نہ ہو اور ان کی قومی شناخت پر حرف نہ آئے۔ البتہ تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں کا معاملہ اور ہے تیسری دنیا کے ممالک کی پہلی ترجیح معاشی استحکام ہے لسانی و ثقافتی معاملات بعد میں ہیں۔ ہمارا شمار بھی ایسے ہی پسماندہ ممالک میں ہوتا ہے جن کی پہلی ترجیح معیشت ہے اگرچہ ہم اس وقت معاشی بحرانوں سے گزر رہے ہیں لیکن اس قدر بھی معاشی زوال نہیں کہ ہم بقیہ تمام تر ثقافتی مظاہر سے منہ موڑ لیں اور انھیں زوال کی نذر ہونے دیں۔

اردو زبان کے معاملے میں ہماری مجبوری کم اور غفلت زیادہ ہے دوسری بات یہ کہ انگریزی ہماری ضرورت تو ہے لیکن ضرورت سے زیادہ انگریزی سے مرعوبیت ہے جس کے باعث اردو زبان نظر انداز ہوتی ہے اور اس میں انگریزی کے اثرات سرائیت کرنے لگتے ہیں بابائے اردو مولوی عبد الحق کے بقول:

غیر زبان کے بولنے یا لکھنے میں ہم جس بات سے اس قدر پرہیز کرتے ہیں اس کا ہم اپنی زبان میں مطلق خیال نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ جب کوئی ہندوستانی، انگریزی بولتا یا لکھتا ہے تو تا امکان اپنی گفتگو یا تحریر میں اپنی زبان کا لفظ یا اسلوب آنے نہیں دیتا اور جہاں تک ہو سکتا ہے اہل زبان کی تقلید کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انگریزی لب و لہجے کی نقل اتارنے کی بھی کوشش کرتا ہے (شروع شروع میں تو بعض ہندوستانی جنہیں انگریزی بہت چڑ گئی تھی، اپنی زبان بھی انگریزی لہجے میں بولنے لگے تھے)۔ برخلاف اس کے اپنی زبان میں بیسیوں انگریزی لفظ بلا تکلف استعمال کر جاتا ہے۔ یا تو اس سے اپنی مشیخت یا علمی فضیلت جتانی مقصود ہوتی ہے یا پھر ناواقفیت اور کاہلی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ ناواقفیت اس لیے کہ اپنی زبان سے پوری طرح واقف نہیں اور کاہلی اس معنی میں کہ اسے اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اپنی زبان میں ان کے مترادف تلاش کرے۔ اس میں وہ کسی قدر مجبور بھی ہے۔ فاتح قوم کی زبان کے متواتر مطالعے، لکھنے، بولنے اور سننے سے معمولی اور عام ضروریات کے لفظ بھی اس کی زبان پر اس طرح چڑھ جاتے ہیں کہ بلا ارادہ بھی اپنی زبان میں بول جاتا ہے۔ (1)

بول چال کی زبان کا دائرہ تحریر کی زبان تک وسعت رکھتا ہے یعنی اردو بول چال پر پڑنے والے انگریزی زبان کے منفی اثرات اردو تحریر پر بھی پڑتے ہیں یوں تمام زبان ان اثرات کی زد میں آتی ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ بول چال کی زبان عوام کی زبان ہے لکھاریوں کو عوام تک رسائی حاصل کرنی ہوتی ہے اگر ان کا شعر یا نثر پارہ عوام پر نہیں کھلتا تو ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا لہذا تخلیق کار کو عوام تک پہنچنے کے لیے وہی زبان استعمال کرنی پڑتی ہے جو عوام کی سمجھ میں آئے جس سے عوام مانوس ہوں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی تخلیق کار کو سامع کی زبان کو ترجیح دینی ہوتی ہے غزل میں تو اس قدر عوامی زبان کے اثرات شاید نہ ہوں لیکن نظم اور افسانے کی زبان عام طور پر انگریزی کے اثرات لیے ہوئے ہیں۔ ادب کے دائرے سے نکل کر دیکھیں تو صحافت کی زبان بھی ویسی ہوتی ہے جو عوام کی زبان ہو اور یہی وجہ ہے کہ بول چال پر منفی اثرات پوری اردو زبان پر منفی اثرات کے مترادف ہے۔ ذیل میں کچھ ممکنہ اقدامات کی وضاحت کی جاتی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر اردو زبان کو انگریزی زبان کے منفی اثرات سے بڑی حد تک پاک کیا جا سکتا ہے اور اردو زبان کی ترقی و ترویج کو ممکن بنا کر اپنی قومی و لسانی شناخت کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔

الف: فروغِ اردو کے لیے حکومتی سرپرستی

عالمی سطح پر جس قدر تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے زبان کے دفاع اور فروغ کے لیے حکومتی سطح پر زبان کی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی قوم یا قومی حکومت سمجھتی ہے کہ دنیا گلوبل ویلج بن رہی ہے اور تمام اقدار ٹوٹ رہی ہیں۔ ہمیں بھی عالم گیریت کا حصہ بن کر اپنی شناخت عالمی شناخت میں گم کر دینی چاہیے تو پھر زبان کے دفاع اور فروغ کے لیے کسی قسم کے اقدام کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر آپ عالم گیریت کے عہد میں بھی اپنی شناخت قائم رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی قومی اقدار اور خاص کر زبان کو اہمیت دینی ہو گی۔ اس سلسلے میں حکومت کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ وہ ریاستی مشینری کو استعمال کرتے ہوئے اردو زبان کو انگریزی کے منفی اثرات سے بچائے اور اسے فروغ دے۔ ڈاکٹر مبارک علی کے بقول:

> تاریخ کے اس تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان کے ذریعہ حکمراں طبقے اپنی رعایا پر حکومت کرتے رہے ہیں، چونکہ جو زبان سرکاری یا حکومتی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس میں علم کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور وہ علمی و ادبی زبان بن جاتی ہے۔ جب کہ عوام کی زبانیں محض بول چال، گفتگو اور کاروبار کی زبان بن کر اپنی اہمیت کو گھٹا لیتی ہیں۔(2)

ماہر لسانیات ڈیوڈ کرسٹل نے اپنی کتاب لینگویج ڈیتھ (language death) میں غالب زبان کے باعث دوسری زبانوں کی معدومیت کا طریقہ کار کچھ یوں بیان کیا ہے:

> پہلا یہ ہے کہ لوگوں پر غالب زبان بولنے کا بہت زیادہ دباؤ ہے جو سیاسی ، سماجی یا معاشی ذرائع سے آ سکتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ ابھرتی ہوئی ذو لسانیت کے باعث لوگ اپنی پرانی زبان میں قابلیت برقرار رکھتے ہوئے اپنی نئی زبان میں تیزی سے موثر ہو جاتے ہیں یہ تیسرے مرحلے کی طرف لے جاتا ہے جس میں نوجوان نسل نئی زبان میں تیزی سے مہارت حاصل کرتی ہے ،اسے زیاد جان لیتی ہے اور اپنی پہلی زبان کو اپنی نئی ضروریات کے لیے کم متعلقہ سمجھتی ہے ۔(3)

سیاسی، معاشی اور معاشرتی دباؤ کے سبب لوگوں کو اپنی زبان کو نظر انداز کرتے ہوئے غالب زبان سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں حکومت ہی ہے جو ان اہم معاملات کو خود دیکھے اور عالمی زبان کے دباؤ کو کم کر کے قومی زبان کے فروغ کی راہ ہموار کرے۔ قومی زبان اردو کے دفاع اور فروغ سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ اردو بول چال کو انگریزی زبان کی ہوا

بھی نہ لگنے دی جائے ایسی رکاوٹیں کھڑی کی جائیں یا حفاظتی تدابیر اپنائی جائیں کہ اردو میں انگریزی الفاظ کی شمولیت کے راستے ہی روک دیے جائیں ایسی بندشیں کسی بھی زبان کے لیے بہتر نہیں بلکہ زبان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور زیادہ بندشیں بھی زبان کو معدومیت تک لے جاتی ہیں۔ حکومتی سرپرستی سے یہ مراد ہے کہ وہ تمام اقدامات کیے جائیں جس سے انگریزی کے اردو پر پڑنے والے منفی اثرات کا سدباب ممکن ہو۔ اردو زبان کو اہمیت دی جائے اردو الفاظ اور اصطلاحات کو انگریزی الفاظ اور اصطلاحات پر ترجیح دی جائے ریاستی سطح پر اردو کو فروغ دیا جائے اسے سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر نافذ کیا جائے سائنسی ایجادات ہوں یا معاشی ترقی ان سب کے لیے اردو الفاظ اور اصطلاحات کو رائج کیا جائے میڈیا پر زبان کی تشہیر کی جائے اور انگریزی کے ہم پلہ اردو نصاب تشکیل دیا جائے تاکہ انگریزی الفاظ جو بے دھڑک اردو بول چال میں برت دیے جاتے ہیں ان سے پرہیز ممکن ہو اور زبان میں ایک توازن پیدا ہو سکے نہ یہ کہ اردو زبان انگریزی کے مکمل تسلط میں رہے اور اپنے متروکات میں بلاوجہ اضافہ کرتی جائے۔ اردو اور علاقائی زبانوں کے حوالے سے زبیر تو والی کہتے ہیں:

> پاکستان میں زبان کا مسئلہ شروع دن سے تعلیمی سے زیادہ سیاسی رہا ہے۔ اس وقت علاقائی زبانوں کے علاوہ دیگر ساری آبائی مادری زبانیں معدومی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ان زبانوں کے بولنے والے اس دھرتی کے اصل باشندے ہیں مگر اسی دھرتی پر ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ اردو کو سرکاری اور قومی زبان بنانے کے ساتھ ساتھ حکومت دیگر پاکستانی زبانوں کو بھی قومی زبانوں کا درجہ دے اور ان کے تحفظ و فروغ کی غرض سے انھیں تعلیم، قومی ذرائع ابلاغ اور ورثے میں شامل کرے۔(4)

اردو ہماری قومی زبان ہے جو مکمل اور جامع ہے اور دیگر زبانوں کے ہم پلہ زبان ہے۔ بدقسمتی سے ہماری زبان محض کاغذات کی حد تک قومی ہے، فرمانِ قائد، دستورِ پاکستان اور عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کے باوجود اردو کا نفاذ عمل میں نہیں لایا جاسکا۔

بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان بننے سے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہو گی۔ الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ قائد نے یہ بیان کئی بار کئی مواقع پہ دہرایا۔ 1942ء میں "پاکستان مسلم انڈیا" کے دیباچے میں اپنا بیان تحریر کروایا۔ دوسرا بیان 1948ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس، دہلی میں فرمایا۔ تیسرا بیان 21 مارچ 1948ء جلسۂ عام ڈھاکہ میں دیا اور چوتھا بیان 24 مارچ 1948ء کا ہے جہاں قائد اعظم نے واضح اور دوٹوک انداز میں اردو کو سرکاری اور دفتری زبان قرار دیا ہے۔ پاکستان کے موجود دستور اور اس سے قبل کے دساتیر میں اردو کو قومی و سرکاری زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی، دستور 1956ء، دستور 1962ء اور دستور 1973ء میں

اردو کو قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ 1973ء کے دستور میں تو باقاعدہ شق 251 رکھی گئی جس میں نہ صرف یہ ہے کہ اردو قومی زبان ہو گی بلکہ واضح درج ہے کہ اردو کے نفاذ کے اہم انتظامات مکمل کر کے عرصہ پندرہ سال میں اسے مکمل نافذ کیا جائے۔ شق 251 کے تین ذیلی نکات ہیں:

i۔ پندرہ سال میں اردو کو دفتری زبان بنایا جائے۔

ii۔ جب تک اردو کے نفاذ کے اہم انتظامات نہیں ہوتے تب تک دفتری زبان انگریزی ہو گی۔ جبکہ تیسرا نکتہ علاقائی زبانوں کے فروغ سے متعلق ہے۔

فرمانِ قائد اور آئین پاکستان کے فیصلوں کے بعد بھی جب اردو کا نفاذ عمل میں نہیں لایا جاسکا اور دستور میں درج طے شدہ مدت یعنی پندرہ برس گزر گئے تو آئین پر عمل داری کے حوالے سے معاملہ عدالتِ عظمیٰ میں پیش کیا گیا۔ مقدمہ طویل چلا اور تمام انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد عدالتِ عظمیٰ نے 8 ستمبر 2015ء کو فیصلہ دیا کہ تین ماہ میں اردو کو بطورِ قومی زبان نافذ کیا جائے۔ قائد کے فرامین، دستورِ پاکستان اور عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کے بعد کوئی حجت باقی نہیں رہ جاتی کہ اردو کو بطورِ سرکاری وفتری زبان نافذ نہ کیا جائے۔ اس سب کے باوجود اگر اردو پاکستان میں نافذ نہیں تو کیا اس کے یہ معنی ہوئے کہ اردو دفتری اور تعلیمی زبان بننے کی اہلیت نہیں رکھتی؟ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ اردو ایک وسیع اور جامع زبان ہے۔ اس میں الفاظ وتراکیب کا بے پناہ سرمایہ ہے۔ اصطلاحات، علامات اور بیان و بدیع کا ذخیرہ وسیع ہے نیز ہندوستان کی چھ ریاستوں نئی دہلی، بہار، اترپردیش، جھارکھنڈ، مقبوضہ کشمیر اور مغربی بنگال میں اردو زبان بطور دفتری زبان استعمال کی جاتی ہے۔ اردو اگر ہندوستان کی سرکاری زبانوں میں سے ایک ہے تو کیا وجہ ہے اردو پاکستان کی سرکاری، دفتری اور تعلیمی زبان اب تک نہیں بن پا رہی؟ وجہ صاف ہے کہ اردو کو عملی طور پر حکومتی سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ جب کوئی علمی مسئلہ سیاسی مسئلہ بن جاتا ہے تو سیاسی مفادات جڑ جاتے ہیں اور معاملہ التوا کا شکار ہو جاتا ہے کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جنھیں حل کرنے سے زیادہ فائدہ انھیں حل نہ کرنے میں ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں اردو کو سیاسی مسئلہ بنا دیا گیا ہے جس سے مقتدر طبقے کے مفادات وابستہ ہیں۔

اردو عوام الناس کی زبان ہے۔ عوام اردو بولتے، اردو میں سوچتے اور اردو سمجھتے ہیں۔ کوئی زبان قابلیت جاننے کا معیار قطعاً نہیں ہوتی بلکہ محض خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہوتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ زندگی کا بہتر شعور رکھنے والا شخص انگریزی یا کوئی دوسری بڑی زبان نہ جانتا ہو لیکن قابل اور باصلاحیت ہو۔ اس لیے افسر شاہی، اشرافیہ اور دیگر طاقتور طبقوں

کی بقا کے لیے لازم ہے کہ وہ انگریزی زبان کو ڈھال بنا کر اپنے اقتدار کو محفوظ رکھیں، وگرنہ وہ جانتے ہیں کہ غریب اور عوام الناس زندگی کا بہتر شعور رکھتے ہیں وہ قابل اور باصلاحیت ہیں اگر تعلیمی نظام اردو میں ہو اور مقابلے کے امتحانات اردو زبان میں ہونے لگیں تو عام اور پسماندہ آدمی طاقتور حلقوں میں شامل ہو جائے گا جس سے افسر شاہی کو خطرہ لاحق ہو گا اور اشرافیہ کی اجارہ داری جاتی رہے گی۔ انگریزی سے مرعوبیت بھی اردو کے زوال کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اردو کا سماجی مرتبہ بڑھانے کے لیے ملک گیر تحریک کی ضرورت ہے عوام میں شعور بیدار کر کے جمہوری حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ فروغِ اردو کے لیے اردو زبان کی عملی طور پہ سرپرستی کرے تاکہ اردو زبان پر انگریزی کے بڑھتے ہوئے منفی اثرات کا تدارک ممکن ہو۔

ب: اردو کا علاقائی زبانوں سے تعلق

اردو زبان کی بنیاد مستحکم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تعلقات علاقائی زبانوں کے ساتھ گہرے ہوں۔ برصغیر میں مقامی زبانیں بولنے والوں کا لنگوا فرینکا اردو ہے یعنی اردو علاقائی زبانوں سے اور علاقائی زبانیں بولنے والے اردو سے خوب واقف ہیں۔ اپنی ضروریات غیر ملکی زبانوں سے پوری کرنے کے بجائے علاقائی زبانوں سے پوری کرنے کو ترجیح دی جانی چاہیے کیونکہ اردو انھی لوگوں کی زبان ہے اور انھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے اپنا رشتہ مقامی زبانوں سے مضبوط کر کے اردو کو اپنے ذخیرے کو وسعت دینی چاہیے۔ ثانوی درجہ ان غیر ملکی زبانوں کا ہے جو اردو کے خمیر میں شامل ہیں جن زبانوں سے مل کر اردو زبان بنی ہے یعنی عربی اور فارسی وغیرہ۔ پہلے درجے میں اردو زبان کو اپنی ضروریات مقامی زبانوں سے پوری کرنی چاہییں جب مقامی زبانیں انگریزی الفاظ و مرکبات، سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کی اصطلاحات کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں تو تب عربی اور فارسی سے رجوع کیا جانا چاہیے پھر بھی زبان کی ضرورت پوری نہ ہو تو تب انگریزی زبان یا کسی دوسری غیر ملکی زبان کے الفاظ و مرکبات کو قبول کرنا چاہیے وہ بھی اس صورت میں جب نئے لفظ اور اصطلاحات وضع کرنے میں اردو ناکام ہو جائے۔

اہم بات یہ ہے کہ لفظ چاہے کسی بھی زبان کا ہو اسے اردو میں داخل ہونا ہے تو اردو زبان کے لہجے میں ڈھل کر داخل ہونا پڑے گا بالکل ایسے ہی معلوم ہو جیسے اردو زبان کے الفاظ ہیں نہ کہ اجنبی آواز اور لہجے میں وارد ہو۔ انگریزی کے اردو بول چال میں استعمال ہونے والے الفاظ کی اکثریت کا مسئلہ ہی یہی ہے کہ وہ انگریزی لب و لہجے کے ساتھ اردو میں آتے

ہیں جس سے زبان کا حسن گہناتا ہے۔ اگر دوسری زبانوں کے الفاظ اردو لب و لہجے میں ڈھل کر اردو میں آئیں گے تو اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا باعث بنیں گے۔ ہمارے ہاں انگریزی سے اردو میں تراجم اور اصطلاحات سازی کے عمل میں عموماً فارسی اور عربی سے مدد لی جاتی ہے۔ عربی اور فارسی زبان کا استعمال اردو دان طبقے میں مسلسل کم ہوتا جارہا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ اصطلاحات و مرکبات وغیرہ عموماً اردو زبان میں رائج ہونے سے قاصر ہوتے جارہے ہیں ڈاکٹر فرمان فتح پوری سمجھتے ہیں کہ عربی اور فارسی کے بجائے علاقائی زبانوں کو اہمیت دینی چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ہر قسم کی اصطلاحات ہر قسم کے نئے الفاظ اور ہر قسم کے انگریزی الفاظ کے تراجم کے لیے عربی فارسی ہی کا سہارا لیا جاتا ہے اس رجحان کے نتیجے میں بہت سے ثقیل اور بے ڈھنگم الفاظ اردو میں داخل ہو رہے ہیں حالانکہ اگر کوشش کی جائے تو ان سے زیادہ سبک و شیریں متبادل الفاظ علاقائی زبانوں میں مل سکتے ہیں مقامی صنعت و حرفت زراعت و باغبانی کھیل کود عدالت و پنچائت، آدابِ مجلس اور کاروبار وغیرہ کے سلسلے کے ہزاروں الفاظ علاقائی زبانوں میں ہوں گے۔ جنہیں اردو میں اپنا کر انگریزی الفاظ کے تراجم میں مدد لی جاسکتی ہے لیکن اردو والوں نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی۔ نتیجتاً اردو اور علاقائی زبانوں کا ناتا روز بروز مضبوط ہونے کے بجائے کمزور ہوتا چلا گیا ہے۔(5)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نہ صرف اس پر زور دیتے ہیں کہ جدید علوم، معیشت اور تجارتی معاملات کے اعتبار سے درپیش الفاظ کے حوالے سے علاقائی زبانوں سے استفادہ کیا جائے بلکہ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اردو کو بحیثیت قومی زبان ترقی دینے اور اس میں وسعت پیدا کرنے کے لیے علاقائی ادب سے روایات اور اقدار کو اردو میں شامل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان کے بقول:

> یہ مانا کہ اردو میں علاقائی زبانوں کے بکثرت الفاظ شامل ہیں اور علاقائی زبانوں کے برعکس اس کا حلقہ اثر بھی ملک گیر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اردو کو قومی زبان کی حیثیت سے مقبول عام اور اس کے ادب کو پاکستانی ثقافت و قومیت کا متحمل بنانے کے لئے اس میں علاقائی زبان و ادب کی اہم روایات و اقدار کو کیوں نہ داخل کیا جائے۔ مختلف علاقوں کے تاریخی مقامات، تہذیبی مراکز، دریا، پہاڑ، پھول پھل، باغ و داغ، ندی اور جھیل، قصے کہانیاں، رسم و رواج پیر فقیر اور صوفی و شاعر سب کو بطورِ تلمیح و مثال اردو نثر و نظم میں جگہ کیوں نہ دی جائے۔(6)

ڈاکٹر سہیل بخاری دخیل الفاظ کی کثرت کے خلاف ہیں وہ زبان کے ذاتی ذخیرہ الفاظ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں اور دوسری زبانوں سے لفظ لینے سے گریز کرنے کی تلقین کرتے ہیں ہاں اگر لفظ لینا ضرورت بن جائے تو پھر علاقائی زبانوں سے رجوع کرنے کا کہتے ہیں کہ اس میں کئی فوائد پوشیدہ ہیں سر فہرست یہ ہے کہ اردو کا علاقائی زبانوں سے ربط بڑھانا اہل وطن کے آپسی اتحاد کا باعث ہے۔ان کے بقول:

> دوسری زبانوں سے بے تامل الفاظ پر الفاظ لیتے چلے جانا نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ اردو کے لیے الٹا نقصان دہ ہے۔اس لیے ہمیں سب سے پہلے یہ چاہیے کہ اپنی زبان کے بنیادی ذخیرے اور اس کی صلاحیتوں کا بھرپور جائزہ لے کر اس کی توانائی پر اپنا اعتماد بحال کریں اور اردو کی کم مائیگی کا مفروضہ قائم کرنے والوں کے پروپیگنڈے میں نہ آئیں۔ دخیل الفاظ کی تعداد کو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ موجودہ دخیل الفاظ کے استعمال میں احتیاط اور اعتدال سے کام لیں اور آئندہ جب کسی لفظ کی ضرورت پڑے تو بدیسی زبانوں کی جگہ اپنی ہی علاقائی زبانوں سے امداد طلب ہوں کہ اس سے اردو کے سمجھنے والوں کا دائرہ وسیع ہو گا اور تمام اہل وطن اس کے واسطے سے اتحاد و یگانگت کی ایک ہی لڑی میں منسلک ہو جائیں گے۔(7)

ظاہری بات ہے کہ اس جدید عہد میں اردو زبان اپنی تمام تر ضروریات علاقائی زبانوں سے پوری نہیں کر سکتی خاص کر سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی کی اصطلاحات کے حوالے سے علاقائی زبانیں خود تہی ہیں لیکن بول چال کے معاملے میں کافی حد تک علاقائی زبانوں سے اردو زبان اپنی ضرورت پوری کر سکتی ہے اور انگریزی زبان کے الفاظ کی کثرت سے نجات پا سکتی ہے۔

ج: فروغ زبان کے اداروں کی کارکردگی

آئینِ پاکستان کی رو سے نفاذِ اردو کے لیے راہ ہموار کرنے کی غرض سے کچھ ادارے قائم کیے گئے جن کا بنیادی مقصد اردو کا فروغ تھا اور تمام ضروری دستاویزات کا اردو ترجمہ کر کے اصطلاحات سازی کا کام مکمل کر کے حکومت کو دینا تھا جس کی بنا پر اردو بطورِ سرکاری و دفتری زبان کے نافذ ہوتی۔ بد قسمتی سے ان اداروں کا کام اس قدر تسلی بخش نہیں کہ جس پر فخر کیا جا سکے یا جو اردو کو بطورِ دفتری زبان نافذ کرا سکے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ ادارہ قومی زبان یا دیگر اس نوعیت کے اداروں کا کام اس وجہ سے بھی معیاری نہیں کہ حکومت ان اداروں سے متعلق کچھ زیادہ سنجیدہ نہیں ہے۔ فنڈز کی فراہمی کے

مسائل درپیش ہیں یا ممبران کی تعداد محدود ہے نیز ایسے اداروں میں کام کی رفتار بہت سست ہے اور کام معیاری نہیں ہے۔ ایسے ہی کسی ادیب یا لکھاری کو اصطلاحات سازی یا دیگر اہم کام سونپ دیا جاتا ہے جب کہ اوپر اس کام کی جانچ پڑتال کرنے والا بورڈ ہی موجود نہیں ہوتا۔ اگر ادارے مضبوط ہوں، ان کا اندرونی نظام مضبوط ہو، زبان کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی اعلیٰ معیار پر تقرری ہو کام کی جانچ پڑتال ہو تو معیاری کتب سامنے آئیں۔ خاص کر اصطلاحات سازی کے معاملے میں ان اداروں نے بہت ذلت کمائی ہے۔ آسان انگریزی الفاظ کو اس قدر ثقیل اردو میں ترجمہ کیا ہے کہ عوام الناس کی سمجھ سے معاملہ بالاتر ہو گیا اور ہنر عیب بن کر تمسخر کا باعث بننے لگا۔ فروغ زبان کے اداروں کی کارکردگی کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی ترجیح اردو زبان کا فروغ نہیں ہے اسی وجہ سے یہ ادارے قابل قدر کام سامنے نہیں لا رہے۔ معروف شاعر و مدبر جلیل عالی نے اکادمی ادبیات اسلام آباد میں ادارہ اردو کے منعقدہ سیمینار بہ عنوان:'زندہ زبان اور خوابیدہ لغت' میں گفتگو کرتے ہوئے فروغ زبان کے سب سے بڑے ادارے مقتدرہ قومی زبان کے حوالے سے حیران کن انکشافات کیے ان کی گفتگو کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

> جن مقاصد کے لیے وہ (مقتدرہ قومی زبان) بنایا گیا تھا اس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ اردو پاکستان میں رائج نہ ہو۔ میرے سامنے سب سے زیادہ کام کیا ہے ڈاکٹر وحید قریشی نے وہ روتے ہوئے یہاں سے گئے تھے۔ ضیا صاحب ان کو لائے تھے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ سنجیدہ ہیں انہوں نے ہر جگہ زبان دفتری اردو بنائی اس پنڈی والی کمیٹی کا میں بھی ممبر تھا اس کی دو میٹنگز ہوئیں اتنا زبردست رسپانس آیا انھوں نے کہا کہ جو بندہ ٹائپ رائٹنگ سیکھے گا ہم اسے تھوڑا سا اعزازیہ دیں گے تو لائنیں لگ گئیں۔ وہ (ضیا) ڈر گئے اور پھر تیسری میٹنگ نہیں ہوئی۔ وحید قریشی صاحب نے اسے موومنٹ بنانے کی کوشش کی وہ جاتے تھے کسی دفتر میں انھیں کہتے تھے آپ کی کون کون سی نوٹیفیکیشنز ہیں انگریزی میں کون کون سے فارم ہیں ہمیں دیں ہم آپ کو اردو میں کر دیتے ہیں یہی فنکشنل ہے نہ دفتری زبان اس پر وہ گھبرا گئے تو اجلال حیدر زیدی ہوتے تھے سیکنڈری۔۔۔ انھوں نے سب کے سامنے سیمینار میں وحید قریشی کو ڈانٹا کہ ایسے نہ تیزیاں دکھائیں آپ ایسے نہیں ہوتا اور اس کے بعد انھوں نے کہا کہ یہ بندہ بیمار ہو گیا ہے کام نہیں کر رہا صحیح ان کو نکال دیا گیا وہ روتے ہوئے گئے باقاعدہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے انھیں کہا گیا کہ وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ جمیل جالبی صاحب جب آتے ہیں انھوں نے آتے ہی ایک پریس کانفرنس کی انھوں نے کہا کہ میرا کام اس چار دیواری کے اندر ہے زبان نافذ کرنا یا نہ کرنا یہ حکومت کا کام ہے۔(8)

یہاں تک کہ مباحث سے پتہ چلتا ہے کہ اردو زبان کے فروغ اور دوسری زبانوں کے منفی اثرات سے تحفظ کے لیے حکومت کا مثبت کردار بہت اہم ہے پہلے تو عوام کو باور کرانا ہوگا کہ اردو زبان کی اہمیت کیا ہے اور اسے کیا مسائل درپیش ہیں پھر حکومت سے مطالبہ منوانا ہوگا کہ وہ اردو زبان کی سرپرستی کرے اور پھر کہیں جا کر عالمی زبان انگریزی کے اردو زبان پر پڑنے والے منفی اثرات کے سدباب کے لیے کچھ بہتر کیا جاسکے گا۔ بہر حال یہ بات بالکل عیاں ہے کہ عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں کے باعث اردو زبان کو عالمی زبان کے منفی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے فروغِ زبان کے اداروں کی خاص اہمیت ہے خاص کر جدید علوم، سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی کی اصطلاحات وضع کرنے اور انھیں رائج کروانے میں یہی ادارے کلیدی کردار ادا کرسکتے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے والے کالم 'زبانوں کی بقا اور ترقی کیسے ممکن' ہے کے مطابق:

> اپنی زبان کو وسعت دینے اور ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ایسے ماہرین اور اہلِ زبان موجود ہوں جو دوسری زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات کا درست ترجمہ یا اپنی زبان میں مناسب متبادل پیش کرسکیں۔ آئے دن نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور ہم اُن کے وہی نام استعمال کرنے پر مجبور ہیں جو موجدنے رکھے تھے۔ اس طرح سائنس کی ایسی بے شمار اصطلاحات ہیں جن کا ترجمہ نہیں کرسکے۔ ظاہر ہے جس زبان کا استعمال زیادہ ہوگا اُس کو فروغ حاصل ہوگا اور اُسی کی اہمیت بڑھے گی۔(9)

زبان کی ترقی اور ادب کی وسعت کے ضمن میں ماہر القادری لکھتے ہیں:

> زبان کی ترقی کا مطلب یہ ہے کہ جدید مقتضیات کی خاطر ہم کو نئے الفاظ وضع کرنے چاہئیں اور جدید الفاظ کو زبان کے عنصر میں اس طرح سمو دینا چاہیے کہ قدیم وجدید عنصر میں یک رنگی اور یکسانی پیدا ہو جائے۔ ادب کی وسعت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر صنف فن وادب کو اردو میں منتقل کیا جائے، دوسری زبانوں کی تصنیفات کے تراجم کیے جائیں اور خود اپنی زبان میں تمام اصناف پر کتابیں لکھی جائیں لیکن ادب کی وسعت زبان کی ترقی کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ پس معلوم ہوا کہ جدید الفاظ کی وضع وتراش بہت ہی ضروری چیز ہے اور اس کے بغیر نہ تو زبان ترقی پاسکتی ہے اور نہ ادب کو وسعت دی جاسکتی ہے۔(10)

حکومت فروغ اردو کے اداروں کی سرپرستی کرکے انھیں آزادانہ کام کرنے دے اور فنڈز کی فراہمی میں تعطل پیدا نہ کرے تو ادارے اردو زبان کو درپیش مسائل سے نبرد آزما ہوں۔ جدید علوم کے اردو زبان میں تراجم کرواکے اردو کے علمی

ذخیرے میں اضافہ کریں اور سب سے اہم کام قابل عمل اصطلاحات وضع کریں، کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کریں اور میڈیا کے ذریعے حکومت وضع کردہ الفاظ اور اصطلاحات کی تشہیر کرے تاکہ عوام ان الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات سے مانوس ہو سکیں۔ انگریزی اسما اور اصطلاحات کے ساتھ دو طرح کا رویہ برتا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان اسما، الفاظ و مرکبات اور اصطلاحات کے لیے سرے سے نیا لفظ تراشا جائے جیسے بھارت والے ہندی میں ٹیلی ویژن کو دور درشن کہتے ہیں یا ایٹم بم کو پربھانو بم کہتے ہیں یا پھر لفظ کی ساخت بدل کر اسے اپنی زبان کے لہجے میں ڈھال دیا جائے جیسے عربی بولنے والے ٹیلی ویژن کو تیلیفیوژون کہتے ہیں اور ڈاکٹر کو داکتور، جیسے پنجابی زبان بولنے والے ٹائم کو ٹَیم کہتے ہیں سائیکل کو سَیکل کہتے ہیں اور جیسے ہم اردو والوں نے ہاسپٹل کو ہسپتال کر دیا ہے۔ یہ فروغ زبان کے اداروں میں کام کرنے والے ماہرین لسانیات نے طے کرنا ہے کہ کن اسما اور اصطلاحات کے لیے نئے لفظ سہولت سے بن سکتے ہیں اور آج کی اردو بولنے والوں کی زبانوں پر عام ہو سکتے ہیں اور کن الفاظ و مرکبات کے ساتھ میں معمولی یا غیر معمولی تبدیلی سے انھیں اردو لہجے میں ڈھال کر بول چال میں عام کیا جا سکتا ہے۔ اگلا مرحلہ زبان کے فروغ اور الفاظ و اصطلاحات کو رائج کرنے کا ہے۔ یہ ڈیجیٹل دنیا ہے مصنوعی ذہانت کا عہد ہے اس میں زبان کی ترقی و ترویج کے لیے ان اداروں کو ڈیجیٹل دنیا میں اقدامات کرنے ہوں گے۔ اردو کا مواد آن لائن بہت کم دستیاب ہے جدید اور قدیم کتب کو آن لائن کرنا ہو گا، اردو کی ویب سائٹس بنانی ہوں گی، تازہ لغات وہاں دینی ہوں گی اور ہر وہ ممکنہ قدم اٹھانا ہو گا جس سے ڈیجیٹل دنیا میں اردو زبان اور ادب کا زیادہ سے زیادہ مواد دستیاب ہو سکے۔ سائنسی اور سماجی علوم پر زیادہ کام کرنا ہو گا کہ اردو کا دامن جدید سائنسی علوم سے تاحال تہی ہے۔

د: معاشی و سائنسی ترقی

تمام شعبہ ہائے زندگی اور علوم و فنون کا آپس میں کسی نہ کسی درجے کا تعلق ہوتا ہے اور یہ سب کسی نہ کسی سطح پر ایک دوسرے پر انحصار کر رہے ہوتے ہیں۔ معیشت معاشرے میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شے ہے یوں کہیے کہ معاشرہ معیشت پر انحصار کرتا ہے جب کسی معاشرے میں معاشی زوال آتا ہے تو اس کے تمام شعبہ ہائے زندگی متاثر ہوتے ہیں۔ معاشی بحران میں روٹی کی فکر ہوتی ہے ثقافتی و اخلاقی اقدار یا زبان کی فکر نہیں ہوتی۔ ایسی صورتحال میں اپنی ثقافتی پہچان بنانا ترجیحات میں نہیں رہتا اور زبان نظر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اب اگر کوئی یہاں کہے کہ انتشار اور زوال کے عہد میں میر و

غالب جیسے نابغے پیدا ہوئے، اعلی ادب تخلیق ہوا اور زبان کی بے پناہ خدمت ہوئی، تو عرض اتنی ہے کہ ادب زبان کا صرف ایک عنصر ہے سماجی علوم، سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی اس کے علاوہ ہیں جو معیشت سے وابستہ ہیں اور جن کے اسما اور اصطلاحات زبان کا وسیع ذخیرہ ہیں۔ جدید عہد میں زبان کو درپیش مسائل کے حل کے لیے یا ان میں کمی کے لیے معاشی ترقی اور سائنسی ترقی کا ہونا لازم ہے۔ جب ہم اپنی اشیا بنائیں گے تو ظاہر ہے ان کے نام بھی اپنی زبان میں رکھیں گے جب انگریزی دان طبقے اشیا بنا کے ہمیں فروخت کرتے ہیں تو ان اشیا کے اسما اور ان ایجادات سے وابستہ تمام تر اصطلاحات بھی انگریزی زبان ہی میں ہم تک پہنچتی ہیں اور ہماری بول چال کا حصہ بنتی ہیں۔ کوئی بھی صقوم جب کوئی شے دریافت یا ایجاد کرتی ہے تو اسے اپنی زبان میں نام دیتی ہے اور وہی نام رائج ہوتا ہے جیسا کہ حال ہی میں بھارت نے چاند پر جانے کے لیے راکٹ بنایا تو اسے اور اس سارے پروگرام کو چندریان کا نام دیا آج بھارت کے چاند پر جانے کا مشن پوری دنیا میں چندریان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس مثال سے پتہ چلتا ہے کہ زبان کے ذخیرے میں وسعت کے لیے سائنسی و معاشرتی ترقی کا ہونا لازم ہے انگریزی ماہر لسانیات والٹ والفریم اپنی کتاب لینگویج ڈیتھ اینڈ ڈائنگ (Language death and dying) میں معدومیت کے خطرے سے دوچار زبانوں کے لیے معاشیات کو ایک اہم عنصر سمجھتے ہیں جو ان کو معدوم بھی کر سکتی ہے اور ان کو وسعت بھی دے سکتی ہے والٹ والفریم کے بقول:

> زیادہ تر زبان کو خطرے میں ڈالنے کی فہرست میں معاشی، سیاسی، نظریاتی، ماحولیاتی اور ثقافتی عوامل شامل ہیں۔ سب سے نمایاں عوامل میں سے ایک معاشیات ہے؛ درحقیقت گرینوبل اور ویلے بتاتے ہیں کہ خطرے سے دوچار زبانوں کے لیے ضروری ہے کہ معاشی مسائل کے امکانات کو مدِنظر رکھا جائے۔(11)

زبان کی علمی استعداد جتنی زیادہ ہوگی اس کی عمر اتنی ہی طویل ہوگی اس کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہوگا اتنے ہی زیادہ لوگوں کی ضرورت پوری کر سکے گی ڈاکٹر مبارک علی انگریزی یا مغربی زبانوں سے رجوع کرنے کی کچھ ایسی ہی وجہ بیان کرتے ہیں۔

> گلوبلائزیشن کے چیلنج کا مقابلہ اس وقت کیا جا سکتا ہے کہ جب عوامی زبانوں کو فروغ ہوگا، اور یہ زبانیں اپنے دانشوروں کی تخلیقات سے آراستہ ہوں گی۔ جس زبان میں جس قدر علم ہوگا، اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی۔ اب

تک اردو اور علاقائی زبانیں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر ان زبانوں میں کچھ علم ہے تو وہ شاعری اور مذہبی ادب ہے، یہ سماجی علوم اور سائنس سے محروم ہیں، اس لیے ان علوم کے حصول کے لیے لوگ انگریزی یا دوسری مغربی زبانوں سے رجوع کرتے ہیں۔(12)

اردو زبان کا مستقبل، اس کی شناخت اور اس کا فروغ حکمران طبقے کی سرپرستی اور سائنسی و معاشی ترقی سے وابستہ ہے۔ عبد الستار دلوی نے اپنی کتاب "اردو زبان اور سماجی سیاق" میں اردو زبان کی ترقی کے لیے جن نکات کی وضاحت کی ہے ان میں ایک سائنسی و سماجی علوم کی ترقی کا نکتہ بھی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> اردو زبان کی ترقی کے تعلق سے ہماری ساری گفتگو اس کے ادبی پہلوؤں پر مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور شکایتوں اور حکایتوں کے سارے محور نقطہ آغاز تا نقطہ آخر ادب ہوتا ہے، اس ادب زدہ ماحول میں بھی شاعری اور افسانہ ہمارے ادب کی ساری اساس ہے۔ مختلف سماجی و سائنسی علوم پر اچھی تحریریں ہمارے یہاں کمیاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہیں۔ کوئی بھی زبان محض ادبی زبان ہونے کی حیثیت سے بڑی زبان یا ترقی یافتہ زبان نہیں کہلائی جاسکتی۔ شاعری، افسانہ، ناول، ڈرامے کی ادبی حیثیت مسلم لیکن علمی اعتبار سے تعلیمی سطح پر سائنسی اور سماجی علوم کے تعلق سے تصانیف کے بغیر زبان ترقی یافتہ زبان نہیں کہلائی جاسکتی۔(13)

زبان کی خدمت کا یہ کم درجہ ہے کہ دنیا ایجادات کرے اور ہم یہاں بیٹھ کے ان کے دریافت یا ایجاد کیے ہوئے علوم کا ترجمہ کریں اور سائنس و ٹیکنالوجی کی انگریزی اصطلاحات کے لیے اردو میں اصطلاحات وضع کریں۔ اگرچہ زبان کی ترقی کے لیے اور علمی ذخائر میں اضافے کے لیے یہ سب کرنا بھی لازم ہے لیکن صرف یہی کرتے رہنا اعلی عمل ہرگز نہیں ہے۔ افضل درجہ یہ ہے کہ ملک معاشی طور پر مضبوط ہو اور اپنے ملک میں سائنسی ایجادات ہوں تا کہ جدید علوم کا بیان اپنی زبان میں ہو، اپنے اسما ہوں اپنی اصطلاحات ہوں، اپنی مٹی سے جڑت، اپنی زبان میں تعلیم اور روزگار ہی کے سبب اپنی تہذیبی و ثقافتی پہچان الگ کی جاسکتی ہے اور دنیا میں اپنا انفراد قائم کیا جاسکتا ہے بصورت دیگر اپنی شناخت کو عالمی شناخت میں گم کرنا پڑے گا۔

ہ: میڈیا کے ذریعے زبان کی تشہیر

ماہر القادری نے دہائیوں پہلے ان انگریزی الفاظ کو اردو زبان سے نکال باہر کرنے کی رائے دی تھی جن کے اردو متبادلات بن گئے تھے۔ انگریزی الفاظ کی جگہ نئے بنائے جانے والے اردو الفاظ کو رائج کروانے کے حوالے سے ماہر القادری نے کہا تھا:

> انگریزی کے وہ الفاظ جو اردو میں بدستور داخل ہو گئے ہیں لیکن بعد میں جا کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ اردو میں بن گئے ہیں ان کے متعلق میرا خیال ہے کہ انگریزی الفاظ کو اردو سے بالکل خارج کر دیا جائے اور جدید وضع شدہ الفاظ کو بولا جائے۔ ایسا کرنے میں اوّل اوّل قدرے زحمت ہو گی مگر جب اخبار و رسائل میں ایسے الفاظ کی تکرار کی جائے گی تو عام لوگ خود بخود انگریزی الفاظ کو چھوڑ کر اردو الفاظ کا استعمال شروع کر دیں گے۔ (14)

یعنی انگریزی الفاظ کی جگہ نئے وضع شدہ اردو الفاظ سے لوگوں کو مانوس کرنے کے لیے اس وقت کے تیز ترین تشہیری ذرائع اخبار و رسائل کو کارآمد بنایا جائے، ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو عوام تک پہنچیں اور ان کی بول چال کا حصہ بنیں۔ آج عالم گیریت کے عہد میں جدید ایجادات کے باعث زبان کو جو نئے مسائل درپیش ہیں ان کے خاتمے کے لیے جدید طریقے بھی موجود ہیں اور زبان کی تشہیر کے لیے جدید ذرائع بھی موجود ہیں جن کے بہتر استعمال سے اردو زبان کو فروغ دیا جا سکتا ہے اور وضع کردہ الفاظ و مرکبات اور اصطلاحات کو میڈیا کی مختلف صورتوں کے ذریعے عوام تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ عوام ان الفاظ سے مانوس ہوں گے اور انھیں بول چال میں استعمال کریں گے۔

ذیل میں کچھ اہم تشہیری ذرائع کی وضاحت کی جاتی ہے جن کے بہتر استعمال سے ہر عمر کے اشخاص کے لیے زبان کی درستی کا سامان مہیا کیا جا سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن جس کے لیے ہندی والوں نے اپنی زبان میں لفظ وضع کیا ہے دور درشن اور جسے عربی بولنے والوں نے اپنی زبان کے لہجے میں ڈھالا ہے تیلیفیوژون کہ کر، جسے ہم اردو والے اب تک ٹیلی ویژن یا ٹی وی ہی کہتے ہیں وہ ٹی وی گھر گھر میں موجود ہے۔ عموماً بزرگ خبروں اور ٹاک شوز میں دلچسپی لیتے ہیں اور خواتین مارننگ شوز اور ڈراموں میں دلچسپی رکھتی ہیں اگر ان چار چیزوں میں زبان کا خیال رکھا جائے اور غیر ضروری انگریزی کوڈ سوئچنگ سے گریز کیا جائے تو اپنی زبان کو آلائشوں سے پاک کرنے کا ایک کارآمد سلسلہ یہیں سے شروع ہو جائے گا۔ ایسا کرنا کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں ہے یہ کوئی کتابوں کی حد تک رکھی جانے والی تجویز نہیں ہے بلکہ نہایت قابلِ عمل ہے۔ حکومت کو محض ایک حکم

نامہ جاری کرنا ہے اور ٹی وی مالکان نے زبان کے ماہرین کی خدمات لینی ہے۔ اگر حکومت چاہے تو اپنی زبان اور ثقافت کو اہم سمجھنا اور اسے فروغ دینا کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔

ثقافت کی نمائش اور زبان کے فروغ کا دوسرا بڑا ذریعہ فلم سازی کی صنعت ہے ہر عمر کے افراد فلم بینی کا شوق رکھتے ہیں لیکن نوجوانوں میں فلمیں دیکھنے کا رجحان زیادہ ہے۔ پاکستان میں فلم سازی کی صنعت زوال کا شکار ہے اس صنعت کی طرف اگر تھوڑی توجہ کی جائے تو یہ ثقافت اور خصوصاً زبان کے فروغ کے حوالے سے بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے جیسا کہ دنیا میں ہو رہی ہے۔ جنوبی بھارت کی فلم سازی کی صنعت اس وقت عروج پر ہے ایک دنیا جنوبی بھارت کی فلموں کو دیکھتی ہے۔ تامل، تیلگو، کناڈا اور ملیالم ان چار زبانوں میں فلم سازی کا کام اس طرح کیا جا رہا ہے کہ جنوبی بھارت کی ثقافت، ان لوگوں کے افکار اور فلم سازی کا شعور پوری دنیا پر آشکار ہو رہا ہے۔ بالی وڈ کے اداکاروں کی پہلی ترجیح جنوبی بھارت کی درج بالا چار زبانوں میں کوئی نہ کوئی زبان سیکھنا ہے تاکہ انھیں جنوبی بھارت کی فلموں میں کام مل سکے اور دوسری طرف دنیا کی ڈبنگ انڈسٹری حرکت میں ہے جو اپنی اپنی زبانوں میں جنوبی بھارت کی فلموں کی ڈبنگ کرتی ہے۔ زبان ثقافت کی علمبردار ہے اگر کوئی براہ راست ان زبانوں میں یہ فلمیں نہیں بھی دیکھتا تو بھی ان کی پیش کردہ ثقافت سے ضرور متاثر ہوتا ہے روزنامہ نوائے وقت کے مطابق:

> جہاں جہاں ہماری ثقافت جائے گی وہاں وہاں ہماری زبان جائے گی۔ ثقافت کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے پُرکشش بنا کر پیش کیا جائے جس کے لیے ہمارا میڈیا اہم کردار ادا کر سکتا ہے اگر آج ہمارے نوجوان غیر ملکی ثقافت سے متاثر ہو رہے ہیں تو کیا ہم دوسروں کو اپنی ثقافت سے متاثر نہیں کر سکتے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ اپنی زبانوں میں خبریں ،ڈرامے ،فلمیں، بات چیت اور موسیقی کے پروگرام پیش کریں۔(15)

انفراد قائم کرنے کے وسائل میں ایک اہم وسیلہ اپنی زبان ہے کیونکہ زبان کے لفظوں کے ساتھ تصورات اور تصویریں وابستہ ہوتی ہیں جن میں اپنی مٹی سے جڑت ہوتی ہے۔ اگر انگریزی زبان کے الفاظ برتنا شروع کر دیے جائیں تو انگریزی تہذیب و ثقافت کی جھلک کا آجانا کوئی بعید نہیں ہے اور اس طرح تو انفراد ممکن نہیں ہو گا بلکہ عالمی ادب کا چربہ ہونے لگے گا۔ ٹیلی ویژن اور فلم انڈسٹری کے علاوہ زبان کی تشہیر اور فروغ کا اہم اور وسیع ذریعہ سوشل میڈیا ہے۔ جس میں یوٹیوب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ویلاگز اور دیگر ویڈیوز کا جتنا زیادہ ذخیرہ اردو زبان میں ہو گا اتنا ہی زیادہ اردو زبان کو فائدہ

ہو گا اور جتنا زیادہ معیاری مواد یوٹیوب پر اور دیگر سوشل میڈیا کے ذرائع پر مہیا کیا جائے گا اتنا ہی لوگوں کا اعتماد بڑھے گا۔ زبان کا بہتر شعور رکھنے والے افراد کو یہاں ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا ہو گا اور خود سوشل میڈیا کی دنیا میں زیادہ سے زیادہ بہتر مواد بہترین زبان میں پیش کرنا ہو گا تاکہ لوگوں کا رجحان بنے اور وہ اپنی زبان کو ترجیح دیں۔

میڈیا کے ذریعے اردو زبان کے فروغ کا ایک سب سے زیادہ کارآمد طریقہ بچوں کے کارٹون کی نشریات ہے۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق بچے میں سب سے زیادہ اور تیزی سے کسی زبان کو سیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ ایک ہی وقت میں کئی زبانیں سیکھ سکتا ہے۔ عام مشاہدے میں آیا ہے کہ ہمارے گھر کے بچے ماتا جی، پیتا جی، اے بھگوان اور شیوا شیوا کرتے سنائی دیتے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر ہندی کارٹونز کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ہمارے بچوں میں بہت مشہور ہے۔ ہندی کارٹونز دیکھنے کے باعث ان کی زبانوں پر ہندی الفاظ آجاتے ہیں اور انھیں وہ اپنی بول چال کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اگر ہماری کارٹون سازی کی صنعت قائم کی جائے اور اس پہ معیاری کام ہو تو ہمارے بچے شروع ہی سے اردو زبان پر اپنی گرفت مضبوط کر لیں گے۔ یہ تجویز برائے تجویز نہیں ہے کارٹون انڈسٹری کا بہت رجحان ہے اس سے ایک طرف زبان کی خدمت ہو گی دوسری طرف یہ سوشل میڈیا سے کمائی کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو گا۔

مختصر یہ کہ اردو زبان کو درپیش مسائل کے حل اور وہ زبان کے فروغ کے لیے میڈیا نہایت کارآمد ذریعہ ہے۔ آج ہم معیشت کے چکر میں الجھ کے اپنی ثقافت کو یکسر بھلائے بیٹھے ہیں یہ زندہ قوموں کا شیوہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ کل اگر ہم معیشت کے مسائل سے نکل آتے ہیں تو اپنی ثقافت کی بنیادیں ڈھونڈتے پھریں گے تب بہت نقصان ہو چکا ہو گا۔ زبان ثقافت کی علمبردار ہے ہمیں اسے محفوظ کرنا چاہیے تاکہ آئندہ نسلیں فخر سے زندہ رہیں، خوددار بنیں اور قومی شعائر کو فوقیت دیں۔ اگر ہم صحیح معنوں میں قومی زبان اردو کو درپیش مسائل سے بچانا چاہتے ہیں اور اردو زبان کا فروغ چاہتے ہیں تو ہمیں اردو زبان کے لیے کچھ ضروری اقدامات کرنے ہوں گے۔ طبقاتی تعلیمی نظام کے خلاف آواز اٹھانی ہو گی اور نظامِ تعلیم اردو میں کرنے کی بھرپور تحریک چلانی ہو گی نیز مقابلے کے امتحانات کو اردو میں منعقد کروانے کی بھرپور حمایت کرنی ہو گی۔ اردو زبان کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے سیمینارز کا انعقاد کرنا ہو گا۔ طلبہ اور عوام الناس کو اس کی اہمیت سے واقفیت دلانی ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر بھی اردو کی پذیرائی کی ضرورت ہے ہمارے حکمران بیرونی دوروں کے دوران اردو میں خطاب کریں اس سے قومی تشخص اجاگر ہو گا۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر قومی زبان کو فروغ دینے کی ضرورت ہے، انٹرنیٹ سرچ اردو میں ہو، رومن اردو کو ترک کیا جائے۔ اردو میں پیغام رسانی کی جائے اور عوامی سطح پر بیداری کی مہم چلائی جائے۔ کسی نہ

کسی طرح سے حکمران طبقے کو اردو کی سرپرستی کے لیے قائل کرنا ہو گا اور اگر اردو بطورِ سرکاری و دفتری زبان کے نافذ ہو جاتی ہے، نظامِ تعلیم اردو میں ہو جاتا ہے اور ہم سائنسی اور معاشرتی ترقی کی راہ پہ چل پڑتے ہیں تو ہم بطورِ قوم اپنی الگ شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر اتنا مثالی پن نہیں بھی آ سکتا تو اردو بول چال کو انگریزی کے منفی اثرات سے بچانے کے لیے کچھ بنیادی اقدامات ضرور کرنے چاہئیں۔ مزید یہ کہ زبان کے لفظ لفظ کے ساتھ ثقافت سے جڑت رکھنے والے تصورات کی شبیہیں وابستہ ہوتی ہیں اگر کوئی عالمی شناخت میں اپنی لسانی شناخت کو گم نہیں کرنا چاہتا اور اپنا انفراد قائم رکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو اہمیت دے اور اس میں شعر و ادب تخلیق کرے۔

حوالہ جات

1۔ مولوی عبدالحق، زبانیں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو کر اپنا ذخیرہ الفاظ وسیع کرتی ہیں، برقی مجلہ انقلاب، فروری 2024ء

https://www.inquilab.com/features/articles/urdu-literature-languages-%E2%80%8B%E2%80%8Bexpand-their-vocabulary-by-incorporating-words-from-other-languages-55115

2۔ مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، مزنگ روڈ لاہور، اشاعت 2005ء، ص 49

3۔ ڈیوڈ کرسٹل، لینگویج ڈیتھ، کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2003ء، ص 79

The first is immense pressure on the people to speak the dominant language pressure that can come from political, social, or economic sources. Stage two is a period of emerging bilingualism, as people become increasingly efficient in their new language while still retaining competence in their old. This leads to the third stage, in which the younger generation becomes increasingly proficient in the new language, identifying more with it, and finding their first language less relevant totheir new needs.

4۔ زبیر توروالی، پاکستان میں اقلیتی مادری زبانیں: ایک تاریخ، ایک ثقافت معدومیت کی راہ پر، تجزیات (آن لائن)، 26 ستمبر 2022ء

https://www.tajziat.com/article/13359

5۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، تدریسِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اشاعت 1986ء، ص 114

6۔ ایضاً، ص 112

7۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

https://www.madarisweb.com/ur/articles/4801

8۔ جلیل عالی، سیمینار، زندہ زبان اور خوابیدہ لغت، زیر اہتمام ادارہ اردو، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 6 اکتوبر 2023ء
9۔ نوائے وقت، روزنامہ، زبانوں کی بقا اور ترقی کیسے ممکن ہے؟، 14 اکتوبر 2016ء
https://www.nawaiwaqt.com.pk/14-Oct-2016/518029
10۔ ماہر القادری، اردو کا غیر زبانوں سے تعلق، ریختہ
https://www.rekhta.org/articles/urdu-ka-ghair-zabaanon-se-talluq-mahirul-qadri-articles?lang=ur
11۔ والٹ والفریم، لینگوئج ڈیتھ اینڈ ڈائنگ، بلیک ویل پبلشنگ لمیٹڈ آکسفرڈ، یونائیٹڈ کنگڈم، جنوری 2004ء، ص 767

Most inventories of language endangerment include economic, political, ideological, ecological, and cultural factors. One of the most prominent factors is economics; in fact, Grenoble and Whaley point out that for endangered languages one must take into account the potential of economic issues.

12۔ مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، مزنگ روڈ لاہور، اشاعت 2005ء، ص 50
13۔ عبدالستار دلوی، پروفیسر، اردو زبان اور سماجی سیاق، قلم پبلی کیشنز، بمبئی، اشاعت 1992ء، ص 160
14۔ ماہر القادری، اردو کا غیر زبانوں سے تعلق، ریختہ
https://www.rekhta.org/articles/urdu-ka-ghair-zabaanon-se-talluq-mahirul-qadri-articles?lang=ur
15۔ نوائے وقت، روزنامہ، زبانوں کی بقا اور ترقی کیسے ممکن ہے؟، 14 اکتوبر 2016ء
https://www.nawaiwaqt.com.pk/14-Oct-2016/518029

ماحصل

عالمی زبان انگریزی نہ صرف عالمی رابطے کی زبان ہے بلکہ موجودہ دنیا کی غالب زبان ہے۔ یہ عالمی طاقتوں کی زبان ہے جس میں اس وقت سب سے زیادہ علم موجود ہے۔ اقوام عالم کا رابطہ اور معاشی معاملات اسی زبان سے وابستہ ہیں۔ سائنسی ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی کی زبان بھی انگریزی ہی ہے نیز سیاسی معاملات اور سفارتی تعلقات کا دارومدار بھی انگریزی زبان پر ہے۔ دنیا کا گلوبل ویلج بننا، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی ایجادات اور عالمی طاقتوں کے معاشی منڈیوں پر قبضے نے روزگار کے مواقع انگریزی زبان سے وابستہ کر کے انگریزی کے غلبے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ دنیا کی دیگر زبانوں پر انگریزی کے اثرات کا مرتب ہونا انگریزی کے اس غلبے کا یقینی نتیجہ ہے۔ دنیا کے لسانی مفکرین انگریزی زبان کے غلبے اور اس سے متاثر ہونے والی زبانوں کے مطالعات میں مصروف عمل ہیں۔ عالم گیریت کے اس عہد میں کسی ایک زبان کے غلبے سے دوسری زبانوں کی ترقی کا متاثر ہونا بظاہر فطری عمل معلوم ہوتا ہے لیکن پروفیسر سکتناب کنگس کی رائے میں یہ محض فطری عمل نہیں بلکہ زبانوں کے متاثر ہونے کے کچھ محرکات ہیں جو زبانوں کو مار رہے ہیں یا مرنے دے رہے ہیں۔ وہ لسانی تعصب اور لسانی قتلِ عام کی اصطلاحات استعمال کرتی ہیں اور زبانوں کو بچانے کی طرف توجہ مبذول کرواتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ غالب زبان کے دیگر زبانوں پر پڑنے والے اثرات منفی ہی ہوں وہ مثبت بھی ہو سکتے ہیں۔ انگریزی کے دیگر عالمی زبانوں پر بھی اثرات ہیں لیکن تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں پر کچھ زیادہ اثرات ہیں کیونکہ ان ممالک کے معاشی نظام کا زیادہ تر دارومدار انگریزی بولنے والی طاقتوں پر ہوتا ہے۔ دنیا کی کئی اقوام اپنی شناخت کو عالمی شناخت میں گم کرنے کے بجائے اپنا انفراد قائم کرنے کی کوشش میں ہیں لہذا وہ اپنی زبانوں کو انگریزی کے منفی اثرات سے محفوظ رکھنے اور اپنی زبانوں کو فروغ دینے کے لیے کوشاں نظر آتی ہیں۔

ہمارا شمار تیسری دنیا کے ایسے ممالک میں ہوتا ہے جن کا زیادہ تر انحصار ترقی یافتہ ممالک پر ہے اور ہماری قومی زبان اردو بھی انگریزی زبان سے متاثر ہونے والی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اردو زبان دیگر زبانوں کے اثرات قبول کرنے کے حوالے سے خاصی فراغ دل ہے یہی وجہ ہے کہ اردو میں بیسیوں ملکی اور غیر ملکی زبانوں کے الفاظ موجود ہیں۔ اردو زبان کا انگریزی سے تعلق خاصا پرانا ہے۔ قدیم غیر ملکی سیاحوں اور تاجروں کی ہندوستان آمد ہی سے براہ راست یا کسی دوسری زبان

کے ذریعے کئی انگریزی الفاظ سے اردو آشنا ہو چکی تھی لیکن نو آبادیاتی نظام میں اردو کا انگریزی سے خوب واسطہ پڑا اور اردو کے ذخیرے میں کئی انگریزی الفاظ و مرکبات شامل ہوئے۔

ذولسانی یا کثیر لسانی معاشروں میں ایک زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دوسری زبان کے استعمال کرنے لگنا یا دوسری زبان کے الفاظ بولنے لگنا عام بات ہے۔ ماہرِ سماجی لسانیات پروفیسر سوزین رومینی نے کوڈ سوئچنگ کے لیے نحوی قواعد کا خیال رکھنا لازم قرار دیا ہے ورنہ کوڈ سوئچنگ کسی زبان کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے انگریزی کوڈ سوئچنگ کو دوسری زبانوں کے لیے خطرے کا باعث قرار دیا ہے۔ دنیا کے گلوبل ویلج بننے سے انگریزی عالمی رابطے، روزگار اور ٹیکنالوجی کی زبان ہونے کی وجہ سے ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہے لہٰذا دوسری زبانوں کی طرح اس کثیر لسانی معاشرے میں اردو بولتے ہوئے انگریزی کوڈ سوئچنگ عموماً دیکھنے میں ملتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کسی بھی دوسری علاقائی یا غیر ملکی زبان کی بہ نسبت اردو سے انگریزی زبان میں کوڈ سوئچنگ زیادہ ہے۔

انگریزی زبان کے اردو بول چال پر اثرات کے کئی مثبت پہلو ہیں جو کہیں زبان کے لیے سود مند ہیں تو کہیں زبان بولنے والوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اردو زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ایک بڑا فائدہ ہے۔ وہ اشیا یا کیفیات جن کے لیے اردو زبان میں کوئی مناسب لفظ موجود نہیں انگریزی زبان ان اشیا اور کیفیات کے لیے لفظ مہیا کر کے اس خلا کو پُر کرتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سرے سے اردو میں لفظ موجود ہی نہ ہو اکثر یہ صورت ہوتی ہے کہ لفظ تو موجود ہوتا ہے لیکن وہ اس کیفیت کا اس قدر احاطہ نہیں کر رہا ہوتا لہٰذا انگریزی زبان کا لفظ معنی کے اظہار میں معاون ثابت ہوتا ہے اور اردو لفظ کا بہترین مترادف بن کر سامنے آتا ہے جس سے نا صرف ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اظہار میں سہولت اور ندرت بھی پیدا ہوتی ہے۔ اردو بول چال میں جس قدر انگریزی اسماء اور افعال کا استعمال ہو رہا ہے اور جس روانی میں انگریزی کے پورے پورے جملے بولے جاتے ہیں اس کا اردو بولنے والوں کو ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ بہ آسانی انگریزی زبان سمجھ سکتے ہیں اور معمولی سی محنت سے اگر انگریزی زبان کے بنیادی قواعد سیکھ لیں تو انگریزی زبان سیکھنے میں زیادہ تردد نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ وہ پہلے ہی کئی انگریزی اسما، افعال، ماڈل ایکسپریشنز اور ٹیگز سے واقف ہیں اور اس طرح روزگار کے مواقع زیادہ ملنے کے امکانات بھی ہیں۔ انگریزی زبان کے اردو پر اثرات کے نتیجے میں اردو دان طبقہ انگریزی سے اس قدر واقف ہو رہا ہے کہ جدید علوم سے واقفیت اور مطابقت پیدا کرنے کے امکانات وسیع ہو رہے ہیں۔ انگریزی کے اردو زبان پر اثرات کے باعث ہم غیر ملکی سیاحوں سے اور خود بیرون ملک جائیں تو وہاں کے لوگوں سے روابط بڑھا سکتے ہیں؛ اس سے ثقافتوں کا تبادلہ

ہوتا ہے اور عالمی تعلقات میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔ عالم گیریت کے تناظر میں دیکھیں تو جدید دنیا سے مطابقت پیدا کرنے میں اور عالمی ثقافت کا حصہ بننے میں انگریزی زبان کے مذکورہ بالا اثرات مثبت ثابت ہوتے ہیں اگر خالص لسانی اعتبار سے دیکھیں تو اردو زبان کے ذخیرے میں معمولی اضافے کے سوا کچھ فوائد نہیں ہیں۔

انگریزی کے اردو بول چال پر منفی اثرات کی نوعیت یہ ہے کہ انگریزی الفاظ کے اردو متبادلات اور مترادفات کی موجودگی میں انگریزی زبان کے الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں اردو متروکات میں اضافہ ہوتا ہے۔ سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کی تمام تر اصطلاحات انگریزی زبان میں ہیں اگر کہیں کوئی اصطلاح اردو میں موجود بھی ہے تو اس کا استعمال بول چال میں بہت کم ہوتا ہے۔ سائنسی علوم اور جدید ٹیکنالوجی کے موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے اردو زبان بے بس معلوم ہوتی ہے۔ سماجی علوم؛ ادب، صحافت، کھیل، تاریخ حتیٰ کہ مذہبی موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے انگریزی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اشیائے ضروریہ کے زیادہ تر اسماء انگریزی زبان میں ہیں جن کا استعمال اردو طبقے کی مجبوری معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ معمولاتِ زندگی سے متعلق کئی انگریزی الفاظ اردو بول چال کا حصہ ہیں۔ کچھ انگریزی اسماء اور اصطلاحات تو اردو والوں کی مجبوری ہو سکتے ہیں کہ ابھی تک ان کے لیے نئے لفظ اور قابلِ عمل اصطلاحات وضع نہیں کی گئیں لیکن زیادہ تر لاپرواہی ان الفاظ کے معاملے میں برتی جارہی ہے جن کے اردو الفاظ اور متبادلات موجود ہیں اردو سے انگریزی کوڈ سوئچنگ صرف الفاظ و مرکبات کی حد تک نہیں ہے بلکہ اردو بول چال میں پورے پورے انگریزی جملے بھی بولے جاتے ہیں اور کئی انگریزی ٹیگز اور ماڈل ایکسپریشنز بھی اردو بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ غیر ضروری کوڈ سوئچنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزی الفاظ و مرکبات کی اردو بول چال میں کثرت ہو گئی۔ انگریزی الفاظ کا اردو میں یہ اضافہ صرف اسماء کی حد تک نہیں بلکہ کہیں کہیں افعال بھی متاثر ہوتے دکھائی دیتے ہیں البتہ انگریزی اسماء اور اصطلاحات کی تعداد زیادہ ہے۔ انگریزی الفاظ کی کثرت کے باعث اردو زبان کے الفاظ کا استعمال ترک ہو رہا ہے اور زبان کے متروکات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کسی بھی زبان کے متروکات میں اضافہ اس زبان کے پھلنے پھولنے کی راہ میں رکاوٹ ہے اس سے زبان اپنی داخلی قوت کھو بیٹھتی ہے جس کے بل پر اسے بڑھنا ہوتا ہے۔ انگریزی زبان کے اردو پر غلبے اور اردو کے متروکات میں اضافے کے نتیجے میں بہت ممکن ہے کہ زبان کی شناخت کا مسئلہ جنم لے۔

لفظوں کے ساتھ تصویریں اور تصورات وابستہ ہوتے ہیں۔ جب کوئی لفظ کسی دوسری زبان میں داخل ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھ وابستہ تصور بھی لے کر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی کے اردو بول چال پر اثرات کے نتیجے میں ہماری ثقافت پر

بھی انگریزی طبقے کے اثرات نظر آتے ہیں۔ ثقافت پر دوسری ثقافتوں کے اثرات کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں لیکن ان میں ایک زبان بھی شامل ہے جو ثقافت کی علمبردار ہوتی ہے۔ ہمارے کھیل، ادب، صحافت اور معاشرت پر انگریزی ثقافت کے اثرات واضح دیکھے جاسکتے ہیں۔ اردو پر انگریزی کے غلبے سے علاقائی زبانوں کو بھی خطرات لاحق ہیں ہماری علاقائی زبانیں پہلے ہی نظر انداز ہو رہی ہیں ایسے میں قومی زبان اردو جو ملک میں رابطے کی بڑی زبان ہے اس پر انگریزی کے اثرات کا پڑنا علاقائی زبانوں کو بھی متاثر کرتا ہے کیونکہ لفظ ایک زبان سے صرف براہ راست ہی دوسری زبان میں داخل نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک زبان سے دوسری زبان میں داخل ہو کر کسی تیسری زبان تک بھی پہنچتے ہیں جیسا کہ کچھ لاطینی لفظ انگریزی میں داخل ہو کر اردو تک پہنچے اور اردو کے دخیل الفاظ میں شامل ہوئے۔ اسی طرح انگریزی زبان کے الفاظ رابطے کی زبان اردو میں داخل ہو کر علاقائی زبانوں میں شامل ہوتے ہیں اور علاقائی زبانوں کے متروکات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ انگریزی الفاظ کا کثرت سے شامل ہونا اور اردو الفاظ کا کثرت سے ترک ہونا اردو کو انگریزی زدہ زبان بنا رہا ہے۔ اگر یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو آئندہ نسلوں کو اپنے علمی اور ادبی ورثے سے محروم ہونا پڑے گا یا پھر ان کتابوں کو انگریزی زبان میں ترجمہ کروا کے محفوظ کروانا پڑے گا کیونکہ آج کے انگریزی زدہ زبان بولنے والے آج سے دو تین سو سال قبل شائع ہونے والی کتابوں کو براہ راست پڑھ کر سمجھنے کی قدرت کھوتے جا رہے ہیں اور اس پر یہ کہ تازہ اردو لغات بھی سامنے نہیں آ رہیں۔ مختصر یہ ہے کہ انگریزی کا اردو پر غلبہ اور اردو کے متروکات میں اضافہ اردو زبان کے لیے سود مند نہیں ہے۔

دنیا کی ہر زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات ہوتے ہیں زبانیں لفظ قبول کرتی اور ترک کرتی رہتی ہیں۔ کسی بھی زبان کو مکمل خالص نہیں رکھا جاسکتا زبان پر پابندیاں اور اسے خالص رکھنے کی دھن بھی زبانوں کو معدوم کر دیتی ہے لہذا کسی تناسب کا ہونا ضروری ہے۔ اگر زبان کسی ایک زبان کے الفاظ کثرت سے قبول کرتی جائے گی تو وہ اس ایک زبان کے تسلط میں چلی جائے گی اور اپنی پہچان اس زبان کی قربت میں کروائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی زبان مسلسل اپنے الفاظ ترک کرتی جائے گی تو اس کے پھیلنے کی قوت متاثر ہو گی اور وہ سکڑ کر رہ جائے گی۔ اردو زبان کا معاملہ یہ ہے کہ آج انگریزی زدہ ہوتی جا رہی ہے اس پر پوری طرح انگریزی کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عربی اور فارسی زبان کے بھی تو بے انتہا اثرات ہیں اردو پر ان سے تو زبان کو فائدہ ہوا ہے تو انگریزی سے نقصان کیسے ہو گا تو بات یہ ہے کہ عربی اور فارسی کا شمار ان زبانوں میں ہوتا ہے جن سے اردو مل کر بنی ہے یا ان زبانوں نے اردو کے بننے کے عمل کو تیز کیا ہے ان کا معاملہ الگ ہے کہ یہ اردو کے خمیر میں شامل ہیں جبکہ انگریزی کا اردو کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ یہ بھی اہم بات ہے کہ ان بنیادی زبانوں کے

تناسب کے زیادہ کم ہونے نے بھی اردو زبان کی شناخت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اردو زبان عربی اور فارسی کے غلبے سے اردو اور سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ کی کثرت سے ہندی کہلاتی ہے۔ بہر حال آج کی اردو بول چال انگریزی زدہ ہے اور ماضی کی بہ نسبت آج اردو پر انگریزی کے اثرات زیادہ تیزی سے پڑ رہے ہیں۔

انگریزی کے اردو بول چال پر منفی اثرات کے سدِ باب کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مرحلے میں ان الفاظ و مرکبات پر توجہ دی جائے جن کے اردو متبادلات موجود ہیں۔ جن اشیا کے اسماء اور معاملاتِ زندگی سے متعلق دوسرے الفاظ اردو زبان میں موجود ہیں انھیں ترجیح دی جائے اور غیر ضروری طور پر انگریزی کے الفاظ کے استعمال سے بچا جائے اس سے اردو کے ان الفاظ کو متروک ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ عموماً لفظوں کا استعمال چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ لفظ رفتہ رفتہ متروکات میں شامل ہوتے جاتے ہیں اس حوالے سے تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے متبادلات کو تلاش کر کے ان کے استعمال کو یقینی بنانے سے لفظ متروک ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اب معاملہ ان انگریزی الفاظ و اصطلاحات کا ہے جن کے لیے اردو زبان میں الفاظ موجود نہیں ہیں یا اتنے دقیق ہیں کہ مستعمل نہیں ایسے الفاظ کے ساتھ دو طرح کا رویہ اپنایا جا سکتا ہے۔ پہلا تو یہ کہ ان الفاظ و اصطلاحات کے قابلِ عمل اردو متبادلات تلاش کیے جائیں اور نئے بنائے جائیں۔ قابلِ عمل پر اس لیے زور ہے کہ ماضی میں فروغِ اردو کے اداروں نے کچھ الفاظ و اصطلاحات وضع کیں جو اتنی دقیق تھیں کہ جگ ہنسائی کا باعث بنیں۔ نئے الفاظ و اصطلاحات کو وضع کرتے ہوئے عوامی مزاج کا خیال رکھا جائے اور آسان لفظ تشکیل دیے جائیں نہ کہ انگریزی الفاظ جو استعمال ہو رہے ہیں ان سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہوں کہ لوگ اپنا ہی نہ سکیں۔ اب ظاہر ہے تمام تر انگریزی الفاظ و مرکبات اور اصطلاحات کے متبادلات پیش نہیں کیے جا سکتے جو رائج بھی ہو سکیں تو ایسی صورت میں جو انگریزی الفاظ ناگزیر ہوں ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے کہ ان کی ساخت میں معمولی تبدیلی کر کے انھیں اردو زبان کے لب و لہجے میں ڈالا جائے ایسے کہ ان کا استعمال ہم ایسے ہی کر سکیں جیسے اردو الفاظ کا کرتے ہیں یعنی انھیں اپنی زبان کے قواعد کے تحت برت سکیں گویا وہ اردو زبان کا ہی حصہ ہوں یا انھیں پورے معنوں کے ساتھ دخیل الفاظ کہا جا سکے۔ اس سارے عمل میں جامعات، فروغ زبان کے ادارے اور اردو زبان کے اساتذہ اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں علاقائی زبانیں بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں؛ غیر ملکی زبانوں سے مراسم بڑھانے سے بہتر ہے علاقائی زبانوں سے تعلق مضبوط کیا جائے۔ انگریزی زبان کے کئی متبادلات اردو کو علاقائی زبانوں سے مل جائیں گے لہٰذا علاقائی زبانوں سے بھی اردو میں الفاظ شامل کیے جانے چاہئیں۔ واضح رہے کہ زبانوں کا معاملہ محض فطری نہیں ہے بلکہ ان کے بننے بگڑنے کے کچھ محرکات ہوتے

ہیں جن میں انسانی حکمتِ عملی کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جن اقدامات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ضروری نہیں کہ ان سے تمام تر انگریزی کے منفی اثرات سے چھٹکارا مل سکے لیکن بہت ممکن ہے کہ بڑی حد تک اردو کو انگریزی زدہ ہونے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

زبان کی ترقی اور پھیلاؤ کا انحصار بڑی حد تک معاشی اور سائنسی ترقی پر بھی ہے۔ جب زبان کے ذخیرے میں سماجی اور سائنسی علوم بڑھیں گے تو اس کی وسعت میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب ملک معاشی طور پر مضبوط ہوگا، سائنسی ایجادات ہوں گی اور ہم اپنی اشیا بنائیں گے تو یقینی طور پر ہم ان کے نام بھی اپنی زبان میں رکھیں گے۔ اس کے علاوہ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے زبان کی تشہیر اور فروغ کو ممکن بنایا جا سکتا ہے مثلاً بچوں کی دلچسپی کے کارٹون بنانا، ٹی وی ڈرامے اور ٹاک شوز میں بہتر اردو زبان استعمال کرنا، یوٹیوب پر اردو دان طبقے کا بہتر زبان میں وی لاگز بنانا وغیرہ۔

اردو زبان کو انگریزی کے منفی اثرات سے بچانے اور اردو کے فروغ کے لیے ممکنہ اقدامات کے حوالے سے سب سے زیادہ اہم کردار حکومت ادا کر سکتی ہے کیونکہ ابلاغ کے اہم ذرائع، نظامِ تعلیم اور تمام تر اہم ادارے حکومت کی زیرِ نگرانی ہیں جن میں اردو کو رائج کر کے بڑے پیمانے پر اردو کے فروغ کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ حکومت کی تحریری پالیسی تو قومی زبان کی حمایت میں ہے لیکن غیر تحریری پالیسی اردو دشمنی پر مبنی ہے یہی وجہ ہے کہ فرامینِ قائد، آئینِ پاکستان اور عدالتِ عظمیٰ کے فیصلوں کے باوجود اردو کو سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر رائج نہیں کیا گیا جبکہ ہندوستان کی چھ ریاستوں میں اردو بطور سرکاری اور دفتری زبان رائج ہے۔ حکومت اس سے متضاد جا کر طبقاتی نظام تعلیم کو فروغ دیتی ہے اور تمام تر مقابلے کے امتحانات انگریزی زبان میں منعقد کروا کر زبان کی بنیاد پر معاشرے کی تقسیم کرتی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے ذہنوں پر غلامی کے اثرات اب تک ہیں اور وہ انگریزی سے اس قدر مرغوب ہیں کہ اس کے مقابلے میں اپنی قومی زبان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو کے سماجی مرتبے کو بڑھایا جائے، انگریزی کے ہم پلہ اردو نصاب تشکیل دیا جائے اور اردو کے فروغ کے لیے ملک گیر تحریک چلائی جائے تاکہ حکومت اردو زبان کی سرپرستی کرنے پر آمادہ ہو سکے بہ صورتِ دیگر ہماری شناخت عالمی شناخت میں گم ہوتی جائے گی۔

نتائج

1۔ انگریزی کے اردو بول چال پر بظاہر مثبت اثرات در حقیقت منفی اثرات ہی ہیں سوائے اس کے کہ جہاں جہاں اردو زبان میں کسی شے یا کیفیت کے لیے لفظ موجود نہیں وہاں انگریزی زبان کے الفاظ اردو زبان میں آکر اس خلا کو پُر کرتے ہیں اور اظہار میں سہولت و ندرت کا باعث بنتے ہیں۔ مزید بر آں انگریزی اسماء اور اصطلاحات کی اردو زبان میں کثرت کے باعث اردو بولنے والوں کو انگریزی زبان سیکھنے میں سہولت میسر آتی ہے۔

2۔ غیر ضروری کوڈ سوئچنگ کے نتیجے میں انگریزی اسماء کی کثیر تعداد تو اردو میں شامل ہو رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اردو افعال بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ انگریزی الفاظ کا بہ کثرت استعمال اردو زبان کے متروکات میں مسلسل اضافے کا باعث ہے۔ بڑے پیمانے پر اردو متروکات میں اضافہ، دخیل الفاظ کی کثرت اور نحوی قواعد کو متاثر کرتی ہوئی کوڈ سوئچنگ اردو زبان کی شناخت کے مسئلے کو جنم دے رہی ہے دوسرا یہ زبان کے پھیلاؤ میں رکاوٹ ہے کیونکہ زبان اپنی اندرونی طاقت سے ہی پھلتی پھولتی ہے نیز یہ اپنے علمی و ادبی ورثے سے محرومی کا باعث بھی ہے اور ثقافتی اقدار بھی اس عمل سے متاثر ہوتی ہیں۔

3۔ عالم گیریت، سائنسی ایجادات، جدید ٹیکنالوجی، معاشی برتری اور دیگر علوم و فنون میں بے پناہ ترقی عالمی زبان انگریزی کے دیگر زبانوں پر غلبے کے واضح اسباب ہیں جن کے باعث عالمی زبان دیگر زبانوں بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک کی زبانوں کو معدومیت کے دہانے پر کھڑا کر چکی ہے۔

4۔ اردو زبان پر انگریزی کے منفی اثرات کے سدِباب اور اردو زبان کی ترقی و ترویج کا دارومدار حکومتی سرپرستی، معاشی و سائنسی ترقی، فروغِ زباں کے اداروں کی کارکردگی اور اردو داں طبقے کے رویوں پر ہے۔

سفارشات

1۔ وی لاگز کے علاوہ رسمی بول چال کے دیگر ذرائع، نیم رسمی اور غیر رسمی بول چال اور تحریر کی زبان پر بھی انگریزی زبان کے اثرات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے نیز کوڈ سوئچنگ کے اسباب و محرکات، ضرورت و اہمیت اور نقصانات پر بھی تحقیق کی جانی چاہیے۔

2۔ انگریزی زبان کے وہ الفاظ جن کا استعمال ناگزیر ہو انھیں اس طرح اردو زبان کے لہجے میں ڈھالا جائے کہ وہ غیر زبان کے الفاظ محسوس نہ ہوں نیز اپنی زبان کے الفاظ کے استعمال کو ترک کرنے سے جہاں تک ممکن ہو گریز کیا جائے۔ فروغ زبان کے اداروں، جامعات اور اردو زبان کے اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اردو کا علاقائی زبانوں سے تعلق قائم کرنے، نئے الفاظ اور قابلِ عمل اصطلاحات وضع کرنے، ضروری انگریزی الفاظ کو اردو کے لہجے میں ڈھالنے، غیر ضروری کوڈ سوئچنگ کے مسائل کو اجاگر کرنے، جدید علوم کے اردو زبان میں تراجم کرنے، زبان کے علمی ذخیرے میں اضافہ کرنے اور تازہ لغات تیار کرنے میں کلیدی کردار ادا کریں۔

3۔ اردو کے مقامی زبانوں سے روابط بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ مقامی زبانوں کو درس وتدریس کا حصہ بنایا جائے۔

4۔ جدید دنیا سے مطابقت کے لیے ضروری ہے کہ اردو زبان کے فروغ کے لیے ویب سائٹس بنائی جائیں اور انٹرنیٹ پر اردو زبان کے علمی ذخیرے کو بڑھایا جائے۔ ذرائع ابلاغ اور سماجی رابطے کے ذرائع یعنی میڈیا اور سوشل میڈیا پر اردو زبان کی تشہیر کرنا نہایت کارگر ثابت ہو سکتا ہے بالخصوص اردو زبان میں بچوں کی دلچسپی کے کارٹون بنانا، یوٹیوب پر علمی و تفریحی موضوعات پر زبان کا بہتر استعمال کرتے ہوئے وی لاگز بنانا، اردو فلم بینی کی صنعت کو مضبوط کرنا اور ٹی وی ڈرامے اور شوز پر اردو زبان کا بہترین استعمال کرنا اردو زبان کے فروغ کے لیے ضروری ہے۔

5۔ سفارش کی جاتی ہے کہ اپنی لسانی شناخت کو عالمی شناخت میں گم کرنے کے بجائے اپنا انفراد قائم کرنے کی کوشش کی جائے اور فروغ اردو کے لیے ایسی بھرپور ملک گیر تحریک چلائی جائے کہ حکومت اردو زبان کی صحیح معنوں میں سرپرستی کے لیے رضامند ہو جائے۔

کتابیات

بنیادی ماخذ

Dr. Masood Raja-Urdu(یوٹیوب چینل)، مسعود راجا، ڈاکٹر

https://youtube.com/@masoodrajaurdu?si=215ls21cJNkdv-cp

Engineer Muhammad Ali Mirza-Official Channel(یوٹیوب چینل)، محمد علی مرزا، انجنیئر

https://youtube.com/@EngineerMuhammadAliMirzaClips?si=Fwdy5BaF98_CXK5K

Faisal Warraich(یوٹیوب چینل)، فیصل وڑائچ

https://youtube.com/@Faisal.Warraich?si=ZM6cT1dsOKFA_Pph

Ishtiaq Ahmed(یوٹیوب چینل)، اشتیاق احمد، ڈاکٹر

https://youtube.com/@Billumian47?si=4dydhScSk9bubzXe

Kainaat Astronomy in Urdu(یوٹیوب چینل)، سلیمان حمید، ڈاکٹر

https://youtube.com/@KainaatAstronomyinUrdu?si=isRffAimYb5f08Ql

Mansoor Ali Khan(یوٹیوب چینل)، منصور علی خان

https://youtube.com/@MansoorAliKhanLive?si=PZ9kM-PE69OhnprM

NTV(یوٹیوب چینل)، جاوید چودھری

https://youtube.com/@NTV-PK?si=QE9wCyiBdtI09Bvv

Ramiz Speaks(یوٹیوب چینل)، رمیز راجا

https://youtube.com/@RamizSpeaks?si=wyWEvLanJwg5M4aK

Shoaib Akhtar(یوٹیوب چینل)، شعیب اختر

https://youtube.com/@ShoaibAkhtar100mph?si=fOjalSQZ9ScYZgxO

Takhti(یوٹیوب چینل)، عدیل امتیاز

https://youtube.com/@Takhtionline?si=SgI7GqYA-bgJc6m6

Tariq Masood Exclusive(یوٹیوب چینل)،طارق مسعود، مفتی

https://youtube.com/@TariqMasoodOfficial?si=7IzbgXqpHwSDbcRl

Theory & Literature On Edge By Prof Mumtaz Ali(یوٹیوب چینل)، ممتاز علی، پروفیسر

https://youtube.com/@theoryliteratureonedgebypr8650?si=pOWJWS04Mj22nyEt

ثانوی مآخذ

عبدالستار دلوی، پروفیسر، اردو زبان اور سماجی سیاق، قلم پبلی کیشنز، بمبئی، 1992ء

عزیز اللہ شیرانی، ڈاکٹر، اردو درس و تدریس، تیسرا ایڈیشن، گلوبل اردو کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، کے کے کمپلیکس، رام گنج بازار (راجستھان) 2014ء

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، تدریسِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1986ء

مبارک علی، ڈاکٹر، گمشدہ تاریخ، فکشن ہاؤس، مزنگ لاہور روڈ، اشاعت 2005ء

محمد بن عمر، اردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات، اعجاز مشین پریس، کتاب خانہ عابد روڈ، حیدر آباد دکن، 1955ء

محمد بن عمر، اردو میں دخیل یورپی الفاظ، کتاب خانہ عابد روڈ، حیدر آباد دکن، بار اول، 1955ء

محمد شیر از دستی، محمد نعمان، بی بی امینہ، لیاقت اقبال، لسانیات ایک جامع تعارف، اکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2022ء

مضامین / ویب سائٹس

برج موہن دتاتریہ کیفی، پنڈت، متروکات، ماخذ: منشورات، ریختہ

https://www.rekhta.org/articles/matrookaat-dattatriya-kaifi-articles?lang=ur

زبانوں کی بقا اور ترقی کیسے ممکن ہے؟، روزنامہ نوائے وقت، 14 اکتوبر 2016ء

https://www.nawaiwaqt.com.pk/14-Oct-2016/518029

زبیر توروالی، پاکستان میں اقلیتی مادری زبانیں: ایک تاریخ، ایک ثقافت معدومیت کی راہ پر، تجزیات (آن لائن)، 26 ستمبر 2022ء

https://www.tajziat.com/article/13359

سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

https://www.madarisweb.com/ur/articles/4801

شمس الرحمٰن فاروقی، غیر زبانوں کے الفاظ

-https://urdu.i360.pk/%D8%BA%DB%8C%D8%B1

%D8%B2%D8%A8%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA-

%DA%A9%DB%92%D8%A7%D9%84%D9%81%D8%A7%D8%B8/

ماہر القادری، اردو کا غیر زبانوں سے تعلق، ریختہ

https://www.rekhta.org/articles/urdu-ka-ghair-zabaanon-se-talluq-mahirul-qadri-articles?lang=ur

مولوی عبدالحق، زبانیں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمو کر اپنا ذخیرہ الفاظ وسیع کرتی ہیں، برقی مجلہ انقلاب، فروری 2024ء

https://www.inquilab.com/features/articles/urdu-literature-languages-%E2%80%8B%E2%80%8Bexpand-their-vocabulary-by-incorporating-words-from-other-languages-55115

ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، اخبارِ اردو، جولائی 2011ء

https://nlpd.gov.pk/uakhbareurdu/july2011/9.html

ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، عالمگیریت: انگریزی کا نیا عالمی کردار اور اردو، تجزیات (آن لائن)، 2016ء

https://www.tajziat.com/article/1322

انگریزی کتب

David Crystal, Language Death, Combridge University Press, 2003.

Suzzane Rumanie, Language in society, An introduction to sociolinguistics, Oxford University Press, 2000.

Tove Skutnabb-Kangas & Robert Phillipson, Linguicide and linguicism, De Gruyter Publishers Berlin & New York, sep 1996.

Walt Wolfram,Language death and dying, Blackwell Publishing LTD Oxford, united Kingdom, Jan 2004.

انگریزی مضامین / ویب سائٹس

Adlan Asyraff, Linguistic code Switching: Pros & cons, 31 January, 2023
https://intelek.com.my/linguistic-code-switching-pros-cons/

Alexendre Chemla, The advantages and disadvantages of the global language, 26 July 2021
https://www.noslangues-ourlanguages.gc.ca/en/blogue-blog/langue-internationale-global-language-eng

Cynthia Fortlage, Power of Language: Code Switching A Double Edged Sword, 5 May 2023.
https://www.linkedin.com/pulse/power-language-code-switching-double-edged-sword-cynthia-fortlage

Endang Fauziati, English as global language and its implication in foreign language teaching, 7th international seminar, Satya Wacana Christian university, 2013. https://repository.uksw.edu/bitstream/123456789/4225/2/PROS_Endang%20Fauziati_English%20as%20a%20Global%20Language_fulltext.pdf

Mei Lyna Girsang, An Analysis of Code Switching and Code Mixing as Found in Television Advertisement, Graduate School of HKBP Nommensen University Medan. https://uhn.ac.id/files/akademik_files/1712071009_2015_The%20%20Explora%20%20Journal%20%20Journal%20of%20English%20%20Language%20Teaching%20(ELT)%20and%20Linguistics_3.%20An%20Analysis%20of%20Code%20Switching%20and%20Code%20Mixing%20as%20Found%20in%20Television%20Advertisement.pdf

Peter Master,Positive and Negative Aspects of theDominance of English, Research Gate, TESOL, Dec 1998. https://www.researchgate.net/publication/260354086_Positive_and_Negative_Aspects_of_the_Dominance_of_English

Rachel Muwer, Why we must save dying tongues, 6 June 2014,BBc https://www.bbc.com/future/article/20140606-why-we-must-save-dying-languages

Routledge, Native tongues in crisis, 8 August 2020. https://www.routledge.com/blog/article/language-loss-native-tongues-in-crisis

Sholihatul Hamidah Daulay, Types of Code Mixing on the Facebook Status (Indonesia). http://digilib.iain-palangkaraya.ac.id/978/1/38.%20Sholihatul%20Hamidah%20Daulay%20365-371.pdf

Stephen Ornes, Save vanishing tongues, 23 May 2014

https://www.snexplores.org/article/saving-vanishing-tongues-3000-world-languages-face-extinction-apps-can-help-save-them

Susan Pollard, The Benefit of Code Switching within a Bilingual Education Program, Illinois Wesleyan University, 2002

https://digitalcommons.iwu.edu/cgi/viewcontent.cgi?article=1002&context=hispstu_honproj